افسانہ
عقد ام کلثوم

مصنف

عبدالکریم مشتاق

ناشر
رحمت اللہ بک ایجنسی ۔ ناشران وتاجران کتب
بمبئی بازار نزد خوجہ شیعہ اثنا عشری مسجد کھارادر کراچی ۲

جملہ حقوق ترجمہ و تالیف بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ——— افسانۂ عقدِ اُمِّ کلثوم
مصنّف ——— عبدالکریم مشتاق
طابع ——— اکبر ابن حسن
کتابت ——— سید محمد یوسف رضوی
تعداد اشاعت ——— ۵۰۰
اشاعت ——— بار اوّل
ھدیہ ———

ناشر
رحمت اللہ بک ایجنسی ناشران و تاجرانِ کتب
بمبئی بازار متصل خوجہ شیعہ اثنا عشری مسجد کھارادار کراچی

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	تقدیم	۵	۱۵	زبیر بن بکار	۳۳
۲	کہانی	۷	۱۶	عمرو بن دینار	۳۳
۳	افسانہ	۱۵	۱۷	محمد بن عمر واقدی	۳۳
۴	سر منڈھاتے ہی اولے!	۱۵	۱۸	سبط ابن جوزی کا تبصرہ	۳۵
۵	میں کیا کروں رام مجھے بڈھا مل گیا!	۲۴	۱۹	افسانوی نکاح کا شرعی حیثیت سے ابطال	۳۵
۶	بے ہودہ روایات	۲۴	۲۰	پہلی دلیل	۳۶
۷	نتائج	۳۰	۲۱	دوسری دلیل	۳۶
۸	صحاح ستہ کی خاموشی	۳۰	۲۲	تیسری دلیل	۳۶
۹	عمرؓ نے علیؑ کو جھوٹا قرار دیا۔	۳۰	۲۳	چوتھی دلیل	۳۷
۱۰	انوکھی شادی۔	۳۱	۲۴	پانچویں دلیل	۳۵
۱۱	بلا نکاح دست درازی۔	۳۱	۲۵	چھٹی دلیل	۳۸
۱۲	مجرمانہ حملہ۔	۳۱	۲۶	حضرت فاروق اعظم کا نکاح امِ کلثوم سے باطل	
۱۳	راویوں کا اقتدار	۳۳			
۱۴	محمد ابن اسحاق	۳۳			

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
	کتب معتبر حضرات شیعہ	۴۶
۲۷	پہلا اعتراض و جواب	۵۰
۲۸	دوسرا اعتراض و جواب	۵۱
۲۹	دلائل از کتب اہل سنۃ کی تردید یعنی علماء کی زبانی	۵۳
۳۰	زید و رقیہ کی پیدائش	۵۳
۳۱	چادروں کی تقسیم والی روایات	۵۴
۳۲	نماز جنازہ والی روایات	۵۶
۳۳	شیعہ روایات کا جواب	۵۸
۳۴	عدت گزارنے کا مسئلہ۔	۵۸
۳۵	مسالک الافہام کی روایت	۵۹
۳۶	زید و اُمّ کلثوم کا بیک وقت فوت ہونا۔	۵۹
۳۷	شہید ثالث کا بیان	۵۹
۳۸	علامہ شہر آشوب کی رائے۔	۵۹
۳۹	سرکار علم الہدیٰ کی تحریر	۶۰
۴۰	شیخ قمی کا اظہار	۶۰

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۴۱	منتخب التواریخ	۶۰
۴۲	علامہ مجلسی کا موقف	۶۰
۴۳	معصوم کا انکار	۶۱
۴۴	ابو محمد فضل بن شاذان کی تردید۔	۶۲
۴۵	شیخ مفید کا تبصرہ	۶۳
۴۶	حقیقت	۷۰
۴۷	اُمّ کلثوم کی شخصیت کے تعین میں سُنی علماء کی گھبراہٹ۔	۷۳
۴۸	اُمّ کلثوم بنت علی اور اُمّ کلثوم زوجہ عمر کا تقابلی جائزہ	۷۵
۴۹	ایک شبہ کا ازالہ	۷۶
۵۰	ترقی پر تنزلی کا شوق۔	۷۸
۵۱	اُمّ کلثوم زوجہ عمر کون تھیں؟	۸۰
۵۲	سیدہ اُمّ کلثوم کا مشہور شوہر	۹۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

تقدیم

لائق حمد ہے وہ ذات باری تعالیٰ جس نے بنی آدم کو عطیہ عقل عنایت فرما کر آدمی سے انسان بنایا۔ عقل کو تمام خوبیوں کا سرچشمہ تجربات کا محافظ، عزت کا موجب، علم کی جڑ اور فضیلت کا باعث مقرر فرمایا۔ عقل سے بڑھ کر کوئی چیز نفع بخش نہیں اور عقل سے زیادہ کوئی بے نیازی نہیں عقل یقینی دوست ہے اس کی مدد سے تمام امور کی اصلاح کی جا سکتی ہے عقلمند کبھی دھوکا نہیں کھا سکتا ہے عقل ایک ایسی کسوٹی ہے جس پہ ہر بات پرکھی جا سکتی ہے۔

لاریب وہ خوش بخت ہستیاں مستحق درود و سلام ہیں جن کی عقل درجہ کمال پر فائز ہے۔ ان معزز و محترم ارواح سراپا عقل پر یہ خلاق عالمین کا انعام خاص ہے کہ انھیں عقل کل عطا کر کے تمام ظاہری و باطنی نجاستوں، برائیوں، بدنامیوں اور خامیوں سے اس طرح محفوظ رکھا جس طرح محفوظ رکھنے کا حق ہے۔

اللہ کی رحمت کے خصوصی حقدار وہ نفوس ہیں جن سے خدا نے بھلائی کی اور انھیں صحیح عقل سلیم کے ساتھ اعمال مستقیم بجا لانے کی توفیق عطا کی۔

عقل کو نہ ہی دین سے جُدا کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی علم اور عقل میں جدائی ممکن ہے علم، دین، عقل اور تینوں ایک ہی رسی میں جکڑے ہوئے ہیں ان کو علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ مذہب شیعہ امامیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا مدار قیاس کی بجائے عقل پر ہے چنانچہ ہماری کتابوں کا آغاز بھی کتاب العقل ہی سے ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں عقل کو حاکم کی حیثیت حاصل ہے ہم عقل کو ہر معاملہ میں رہنمائی کا چراغ مانتے ہیں احکام شریعت و نصوص کو سمجھنے کے لئے عقل سے بڑا کوئی ذریعہ ہمارے نزدیک معتبر نہیں ہے بلکہ ہمارے آئمہ کا فرمان ہے کہ اگر کوئی حدیث بھی خلاف عقل ہو تو اُسے موضوع سمجھ کر قبول نہ کرو۔ ہر وہ چیز جو علم و ادراک کی گرفت میں آسکتی ہے یا تو اُسے نصوص (قرآن و سُنّت) کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے یا عقل سلیم کے ذریعے سے۔ یا پھر دونوں سے جس کو صرف عقل کی وساطت سے حیطۂ علم میں لانا مطلوب ہوگا۔ اس سے وہ تمام امور مراد ہیں جن میں عقل ہی رہنما ہو سکتی ہے اور شریعت کا حکم اس پر بظاہر موقوف ہو لیکن شریعت محمدیہ ہی کا دوسرا نام عقل خالص بھی ہے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جب کسی امر میں خرابی معلوم ہو تو کسی عقلمند کی رائے کا اتباع کرو۔ حکمت کے گہرے راز عقل سے معلوم ہوتے ہیں عقل تمام کاموں کی درستی کا باعث ہے۔ عقل غور و فکر کو درست کرتی ہے چنانچہ آیئے ہم "عقد اُمّ کلثوم" کو بھی عقل کی روشنی میں دیکھیں اگر یہ قصہ عقلاً قابل اعتبار قرار پا جائے تو اس کی صحت مان لیں ورنہ اس کو دہرا کر فضول وقت ضائع کیا کریں۔ اور بے عقلی کا ثبوت نہ دیں۔

پہلے ایک فرضی کہانی سنئے اس کے بعد افسانہ پڑھئے اور پھر حقیقت سماعت فرمائیے تب عقلی فیصلہ کیجئے۔ کہانی یہ ہے کہ

کہانی

ایک تھا بادشاہ۔ ہمارا تمھارا اللہ بادشاہ۔ بادشاہ بہت مشہور تھا۔ اس کے چرچے گھر گھر تھے۔ نوشیرواں کا عدل حاتم کی سخاوت۔ رستم کی شجاعت، سکندر کی فتوحات، لقمان کی حکمت افلاطون کا فلسفہ۔ غرض دنیا کے تمام گذرے ہوئے مشاہیر لوگوں کے صفات اس بادشاہ کی رعایا نے اپنے اس ظل سبحانی کے لئے میراث تجویز کر رکھے تھے عوام کی محبت اس سے عقیدت بن چکی تھی لوگوں میں مشہور تھا کہ اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو یہ سلطان ضرور نبی ہو جاتا۔ رعیت کا ہر لحاظ یہ فرمانروا جملہ صفات حسنہ سے متصف سمجھا جاتا تھا جب یہ بادشاہ اپنی عمر کے اٹھاون سال پورے کر چکا تو اُسے بیٹھے بٹھائے یہ خیال سوجھا کہ وہ اپنے محسن و رہبر داماد کی صغیر سن نواسی جس کی عمر چار یا پانچ برس کے لگ بھگ ہوگی بیاہ رچائے تاکہ محسن مذکورہ سے اس کا رشتہ دوہرا ہو جائے سبب یکجا ہو جائے چنانچہ بادشاہ اب تدبیریں سوچنے لگا کہ کس طرح وہ اپنے اس ارادہ کی تکمیل کر سکتا ہے۔ اس کو یہ بھی خوف تھا کہ میرے نکاح میں تین بیویاں پہلے سے ہی موجود ہیں۔ اولاد بھی جوان ہے سن و سال بھی شادی بیاہ والے نہیں۔ کروں تو کیا کروں؟ نام ناموس کا بھی خیال تھا اور شریعت کی پابندی بھی ملحوظ تھی۔ کچھ درباریوں، حواریوں سے بادشاہ نے اپنی اس خواہش کا تذکرہ کیا۔ چند خوشامدیوں نے بڑھاپے کے جوان عزائم کی تعریفوں کے پُل باندھے۔ بوڑھی گھوڑی کی لال لگام میں گوٹہ کناری کی لڑیاں لٹکائیں اور بادشاہ حضور کو ایسا مسکہ لگایا کہ ان کی رال ٹپکنی شروع ہو گئی جی ہی جی میں پھولا نہ سمایا۔ داڑھی پر گھنا خضاب کیا۔ نئی پوشاک زیب تن کی کنگھی پٹی ڈھالی اور بن سنور کر شاہانہ شان کے ساتھ اپنے داماد کے داماد کے پاس اس کی نابالغ بچی کا رشتہ مانگنے چلا۔ بڑھاپے میں

بیاہ کے چاؤ نے اس قدر حواس باختہ کر رکھا تھا کہ نہ سلام نہ دعا نہ خیر نہ خیریت جاتے ہی شاہی فرمان جاری کیا کہ اپنی بیٹی کا رشتہ ہم کو دو۔ لوگ ہکے بکے منہ تک رہے ہیں کہ بادشاہ کی عقل بڑھاپے میں سٹھیا گئی ہے کہ اس گئی گزری عمر میں اپنی پرنواسی کا رشتہ مانگنے آگیا ہے۔ اور بڑی لڑکی چھوڑ کر نابالغ بچی سے نکاح کرنے کی خواہش کر رہا ہے۔ لڑکی کا باپ اپنی جگہ پر انگلی منہ میں لئے حالت سکتہ میں ہے کہ یہ کیسا بادشاہ ہے۔ حاکم تو رعایا کا محافظ ہوتا ہے عوام کی بہو بیٹیوں کا باپ ہوتا ہے اس کا ذہنی توازن بھی بحال ہے کہ نہیں؟ بالکل رسم و رواج کے خلاف، تہذیب و تمدن کے برعکس، ادب و تمیز کے غیر موافق یہ شخص کیسی بیہودہ فرمائش کر رہا ہے مگر اقتدار کی نشیلی آنکھوں میں جھلکتا ہوا غیض و غضب، متکبر چہرہ پر نشاۃ جلالت سلطنت کا رعب و دعب پیشانی پر غصیلی شکنیں مرعوب کر رہی ہیں۔ ناراضگی کی صورت میں انجام عبرتناک اس شخص کی نگاہوں میں گھوم رہا ہے اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ میں مجبور و محکوم ہوں اور یہ حاکم جابر و مغرور ہے۔ اگر سفید انکار کروں گا تو عتاب کا مورد ٹھہروں گا۔ اذیت بھی اٹھاؤں گا۔ اور زک بھی۔ کیونکہ جب محافظ ہی لٹیرے بن جائیں تو محافظت محال ہوتی ہے۔ رعایا کا یہ مظلوم شخص دبی زبان میں بادشاہ کے حضور التماس کرتا ہے کہ وہ اس منظور نظر بچی کا رشتہ پہلے ہی اپنے بھائی کے بیٹے سے منسوب کر چکا ہے اور پھر یہ کہ یہ لڑکی ابھی شادی کے قابل نہیں ہے۔ بالکل بچی ہے۔

بادشاہ پر یہ عذر کوئی اثر نہیں کرتا ہے۔ سنی ان سنی کر کے تحکمانہ انداز میں کہتا ہے کہ میں وہ سب کچھ جانتا ہوں جو تمہارے دل میں ہے۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔ دیکھو میں گھی کو ٹیڑھی انگلیوں سے نکالنا بھی جانتا ہوں۔ میری قوت و سطوت سے ٹکرانا تمہاری حماقت ہوگی۔ بہتری اسی میں ہے کہ تم میری

بات مان لو۔ یہ بے یار و مددگار شخص اپنی قسمت پر روتا ہوا مجبوراً اس شقی القلب بادشاہ کو یقین دلانے کے لئے وعدہ کرتا ہے کہ آپ اپنے محل میں تشریف لے جائیں میں بچی کو آپ کے حرم میں روانہ کر دوں گا۔ آپ خود ملاحظہ فرمائیے کہ یہ بچی ابھی صغیر سن ہے۔ ہرگز قابل شادی نہیں تاہم اگر عالی جاہ کا ارادہ ایسا ہی ہے تو بندۂ ناچیز کی کیا مجال کہ حضور کے آگے دم مار سکوں۔“

بادشاہ اس بات پر آمادہ ہو جاتا ہے اور اپنے محل میں واپس جاتا ہے اور انتظار کی گھڑیاں گن گن کر گزارتا ہے۔ وہ بے تاب ہے اور مطلوبہ ساعت کو جلد از جلد قریب کرنے کا متمنی ہے۔

بچی کے گھر کے دوسرے افراد بھی اس رشتہ سے ناراض ہیں مگر حکومت کے تشدد کا مقابلہ کیسے کیا جائے۔ مجبوراً بچی کو بنا سنوار کر اس بڈھے بھیڑیئے کی نشاط گاہ میں روانہ کیا جاتا ہے۔ اس امید پر کہ شاید اس معصوم لڑکی کی صغیر سنی اسے مذموم ارادہ سے باز رکھے۔ مگر جب ضمیر مردہ ہو جائے غیرت مر جائے۔ حمیت سو جائے تو رحم کی توقعات محض فریب خوردہ خیالات ہوتے ہیں۔ کرسیٔ اقتدار کا نشہ، ہوس و حرص کا غلبہ اور نفس امارہ کا تسلط انسان کو اندھا کر دیتا ہے جب وہ بچی بادشاہ کے عشرت کدہ میں پہنچتی ہے تو اس کو یہی معلوم ہے کہ وہ اپنے پرنانا حضور کے پاس سلام کرنے جا رہی ہے جیسے ہی یہ بچی اس شیطان بادشاہ کے محل میں داخل ہوتی ہے وہ اسے نانا جی سلام کہتی ہے۔ بڈھا شیطان کھسیانہ ہو کر منھ پھیر لیتا ہے اور للچائی ہوئی بد نگاہوں سے بچی کو سر تا پا دیکھتا ہے۔ مگر اس کی معصومیت رتی بھر بھی اس درندہ صفت بادشاہ کے دل میں رحم پیدا نہیں کرتی۔ اٹھتا ہے۔ اپنے مکروہ ہاتھوں کو اس بچی کی طرف بڑھاتا

ہے اس طرح جیسے ایک قصاب ہاتھ میں چھری لئے بکری کے بچے کو ذبح کرنے کے ارادہ سے بکری کی طرف بڑھتا ہے۔ بچی اس کے یہ ظالمانہ تیور دیکھ کر اپنا دفاع کرنا چاہتی ہے۔ مگر کہاں ساٹھ سالہ گرگ اور کہاں چار یا پانچ سال کی لڑکی! یہ بے حیا بادشاہ اُس پاکیزہ و نازک بچی سے پہلے بوس کنار کرتا ہے آغوش میں بٹھاتا ہے۔ سینے سے چمٹاتا ہے اور پھر پینٹی وغیرہ کھولنے کی جسارت کرتا ہے۔ وہ ننگ شرافت درندہ قطعاً یہ بھول چکا ہے کہ نہ ہی اس نابالغہ سے ابھی اس کا نکاح ہوا ہے اور نہ ہی وہ ابھی ایسی حرکات کے قابل ہے مگر جو بھی اُسے اپنی ہوس کی پیاس بجھانے کا مناسب ذریعہ نظر آتا ہے اس کو کئے جا رہا ہے۔ بچی حیران ہے اور سخت غیظ و غضب میں پکار رہی ہے کہ کیا بیہودہ باتیں کرتے ہو۔ اگر تم بادشاہ نہ ہوتے تو میں تمہاری ناک پھوڑ دیتی۔ آنکھیں نکال لیتی۔ مگر یہ بڈھا بھیڑیا ٹس سے مس نہیں ہوتا ہے۔ اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

آخر محل سے باہر درباریوں سے آکر کہتا ہے کہ مجھے مبارکباد دو۔ وہ پوچھتے ہیں کس بات پر؟ کہتا ہے کہ میں نے اپنی نابالغہ لڑکی سے خفیہ شادی رچائی ہے۔ مجھے بتاؤ کہ اس سے ہمبستری کیسے کروں؟ وہ تو ابھی بچی ہے۔ درباری اس کی اس خلاف فطرت بات پر دل سے تو ناراض ہیں مگر زبان سے کچھ کہہ نہیں سکتے کیونکہ ان کو یہ خوف ہے کہ اس ظالم حاکم کے سامنے کھولی گئی زبان گدی سے کھینچ لی جائے گی۔ اس کا ذرۂ غضب ہماری زندگیاں اجیرن بنا دے گا۔ بہرحال سارے ملک میں بادشاہ کی اس مذموم و حقیر شادی کے چرچے ہونے لگتے ہیں۔ حزب اختلاف اس کو خوب اچھالتے ہیں اور جی بھر کر اس کی رنگیلی کہانیاں چار باتیں بڑھا کر پھیلاتے ہیں۔ بادشاہ کے حواری و خوشامدی تو اس حرکت کو بادشاہ کی خوبی قرار دیتے ہیں مگر غیر جانبدار

لوگ بادشاہ کی بدچلنی، شقی القلبی، بدکرداری اور ستم ظریفی پر اس کی دل کھول کر مذمت کرتے ہیں۔

کچھ ہی عرصے بعد بادشاہ کو موت کے گھاٹ اُتار دیا جاتا ہے اور اس نویلی دلہن کے ہاتھوں کی مہندی بھی میلی نہیں ہوتی کہ بیوہ ہو جاتی ہے بادشاہ کے مر جانے کے بعد اُس کے اس شیطانی فعل کی ہر طرف سے مذمت ہوتی ہے اور جو بھی یہ کہانی سُنتا ہے بادشاہ پر لاکھ لعنت کہے بغیر نہیں رہتا۔ آئندہ نسلیں ایسی بیہودہ کہانی سُننے پر بھی تیار نہیں ہوتی ہیں۔ اب آپ بھی اس بادشاہ کے بارے میں رائے قائم فرمائیں کہ وہ نیک دل و بلند کردار تھا یا فاسق و فاجر حکمران تھا ؟

بے شک یہ کہانی مطلقاً فرضی اور جھوٹی ہے مگر بدقسمتی سے اس سے بالکل ملتا جلتا جھوٹا قصّہ اسلام کی اس بزرگ ہستی سے منسوب کیا جاتا ہے جسے بہت ہی معظم و محترم ہونا چاہیئے۔ یہ وہ ذات ہے جس کے لئے مشہور ہے کہ رسولِ خدا کی حدیث ہے "شیطان وہ رستہ چھوڑ دیتا ہے جس راہ پر عمر جا رہا ہو"۔ ان ہی حضرت عمر فاروق اعظم اہلسنّت کی سیرت پر حملہ کرنے کے لئے اُن کے نادان دوستوں نے یہ قصّہ واہی مشہور کر رکھا ہے۔

یہ افسانہ اس قدر تہذیب سے گرا ہوا ہے کہ ہمارے نزدیک اگر عام مسلمان بھی ایسی شنیع حرکت کرے تو اس کی کم سے کم سزا سنگساری ہونا چاہیئے اور میرے ذاتی خیال کے مطابق ایسے بدچلن شخص کو مسلمان ہی نہیں کہنا چاہیئے۔ تاریخِ اسلام کے سلاطین میں یزید بن معاویہ ملعون بہت ظالم، فاسق و فاجر اور بے دین حاکم گذرا ہے۔ مگر ایسا گھنونا کردار اس بدبخت کا بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا ہے مگر افسوس

ہے کہ ہمارے سیدھے سادے مسلمان بھائی حضرت عمر بن خطاب جیسی بڑی شخصیت کی ذات سے یہ شرمناک کہانی منسوب کر کے ان کی رسوائی کے اسباب پیدا کرتے ہیں بلکہ بعض جہلا کو تو اس پر اصرار ہے کہ یہ قصہ واہی سچا سمجھا جائے۔

شیعہ و سنی اختلافات تو رہے ایک طرف محض اندرونی کشمکش کے باعث ہمیں اسلام اور بزرگان اسلام کی توہین دیگر اقوام سے کروانا زیب نہیں دیتا ہے محض شیعہ دشمنی کے باعث اتنا بڑا نقصان برداشت کرنا دانشمندی نہیں ہے۔ لہٰذا ہر کلمہ گو مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے مقدس دین کی عزت و توقیر کی حفاظت ملحوظ رکھے اور صرف ضد کی خاطر دین کا بیڑا غرق کرنے کی حماقت نہ کرے۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہم شیعیان اہلبیتؑ کے مذہبی عقائد میں حضرت عمر کا کوئی مقام نہیں ہے۔ ہمارے مذہب کے مطابق ان پر تنقید اور نکتہ چینی پر کوئی پابندی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ہم حضرت عمر کو بحیثیت انسان، سیاستدان خسر رسولؐ اور حاکم المسلمین ایک محتاط و مدبر شخص سمجھتے ہیں۔ ہم ان کی ذات پر ایسے رکیک حملے کرنا کبھی پسند نہیں کرتے ہیں۔ ہمارے مذہبی و سیاسی اختلافات اپنی جگہ پر قائم ہیں اور ہمارے مسلمات اپنے مقام پر اٹل ہیں مگر جناب عمر بن خطاب کی شان ایسی مکروہ و مجنونانہ حرکات سے بلاشبہ بلند تھی۔ ہمیں مرنا ہے۔ خدا کے حضور جواب دہ ہونا ہے۔ اپنے اعمال کا حساب خود دینا ہے۔ لہٰذا ہم ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ حضرت عمر پر لگائی گئی اس نازیبا تہمت سے ہمارا کسی قسم کا کوئی واسطہ نہیں ہے بلکہ ہم مسلسل ان کی صفائی دیتے چلے آرہے ہیں یہ سفید جھوٹ ہے جو ان سے منسوب ہو گیا ہے۔

اس قصّہ کو ہم نے پہلے فرضی کہانی میں پیش کیا تاکہ ناظرین کو موضوع سخن میں اشارات و تشریحات کی احتیاجِ وضاحت نہ رہے۔ اور ذہن ابتداً نتائج مرتب کرنے پر تیار رہے۔ اب ہم افسانہ لکھیں گے طرز نگارش خالصتاً افسانوی تو نہیں مگر نیم افسانوی اختیار کیا گیا ہے چونکہ فطرۃً مذہبی تحریروں کی عادت ہے۔ لہٰذا اس افسانہ کو معنوی لحاظ سے تو افسانہ سمجھ لیا جائے مگر ادبی میزان پر اس کا وزن معلوم نہ کیا جائے۔ عبارت مضمون کی بجائے نفس مضمون پر توجہ مبذول کرانا مدّنظر ہے لہٰذا مطالب و مفہوم کو حُسن تحریر و انداز نگارش کی خامیوں پر فوقیت دینے کی التماس کی جاتی ہے۔

اس افسانے کے کردار فرضی ہیں ان کا حقیقت سے کوئی تعلّق نہیں ہے معترض کی حیثیت سے ایک اینگلو انڈین طالبہ ایلزبتھ نامی کا کردار وضع کیا گیا ہے۔ اور چند ابتدائی مکالموں میں اس کی گفتگو کو اینگلو اُردو زبان میں لکھا گیا ہے مگر بعد میں اس طریقہ کو ترک کر دیا گیا ہے اور عام فہم اردو زبان استعمال کی گئی ہے کیونکہ بعض وجوہات کے باعث ایسا کرنا مفید سمجھا گیا ہے۔

اصلی عبارات کے تراجم پر اکتفا کیا گیا ہے مگر حوالہ جات مکمل نشان کروائے گئے تاکہ محققین کو دشواری پیش نہ آئے۔ افسانے کے بعد اس قصّہ کی حقیقت تاریخی اعتبار سے پیش خدمت کی گئی ہے۔ اور عقلاً، نقلاً، روایتاً، درایتاً، رواجاً، رسماً، تہذیباً، معاشرۃً، مذہباً، اور تاریخاً ہر جہت سے اس قصّہ واہی کا قصّہ پاک کر دیا گیا ہے۔

لہٰذا تمام اہلِ اسلام سے گزارش ہے وہ ان مندرجات پر خلوص نیت اور منصف مزاجی سے غور فرمائیں اور تحفظِ ناموسِ اسلام و اکابرینِ اسلام کی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے ایسے واہیات، غیر معقول اور رُسواکن قصّوں کو "الف لیلیٰ کی داستان" سمجھ کر ٹھکرا دیں اور پاک و پاکیزہ دین سیان کا انسلاک کر کے اپنے ہی آرے سے اپنے شجر کو نہ کاٹیں ان قصّوں کا نہ ہی تعلیماتِ اسلامیہ سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی ان سے کسی افادیت کا پہلو نکلتا ہے۔ بلکہ سوائے بدنامی اور روسیاہی کے ان کے پلے اور کچھ نہیں ہے۔

اُمید واثق ہے کہ یہ مختصر سی گفتگو مؤثر ثابت ہو گی اور تمام اہلِ اسلام اپنے سچے دین کی حقانیت، رفعتِ شان اور سربلندی کے لئے اسلام کی بنیادی تعلیمات کی روشنی کو دُنیا کے کونے کونے میں پھیلانے کے عزائم بلند رکھیں گے اور ایسے من گھڑت، بے سروپا اور جھوٹے افسانوں کی تشہیر میں وقت و دولت کو ضائع نہ کریں گے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے دل میں دینِ اسلام کی سچی محبت پیدا کرے اور کرۂ ارض کے ہر گوشہ میں خدا کے دینِ حقہ کی حکمرانی ہو۔

والسلام

عبدالکریم مشتاق

افسانہ

سر منڈھاتے ہی اولے

افسانہ اسلم ہیرالوی آج رات وکٹوریہ گرلز کالج کے ہوسٹل میں خلاف معمول سناٹا چھایا ہوا ہے خنک ہوا کے باعث ہوسٹل کی عمارت برف سے بھی یخ محسوس ہوتی ہے فضا میں دور دور تک بادلوں کے غٹ کے غٹ پھیلے ہوئے ہیں۔ جنوری کا مہینہ بیت جانے کو ہے لیکن ابر رحمت کا ایک قطرہ بھی نہیں ٹپکا ہے۔ شاید آج قدرت کو باران رحمت برسانا منظور ہے ممکن ہے اسی وجہ سے فضا کی نچلی سطح پر سیاہ گہرے بادل اُمڈ رہے ہیں اور اوپر کی سطح سیاہی مائل اور ہلکی سرمئی رنگت کی دکھائی دیتی ہے۔ تاریکی تیزی سے پھیل رہی ہے اور بلبوں کی روشنیاں مدھم پڑتی جا رہی ہیں۔

ہوسٹل میں طاری سکوت اس بات کا ثبوت دے رہا ہے کہ طالبات سردی کی شدت سے محفوظ رہنے کی خاطر آج اپنی اپنی قیام گاہوں سے باہر آنا پسند نہیں کر رہی ہیں۔ اسی لئے کمرہ طعام، گراؤنڈ اور کینٹین وغیرہ سب اُجڑے اُجڑے سے معلوم ہوتے ہیں کمروں کے دروازے اور کھڑکیاں بند ہیں۔ اوپر والی منزل کے کمرہ نمبر چار میں روشن ٹیوب کی کرنیں باہر آ رہی ہیں۔ یکایک ایک مغربی وضع میں ملبوس لڑکی تیزی سے ہوسٹل کا صدر دروازہ کھولتی ہے اور جلدی جلدی اُوپر آ کر کمرہ ۴ پر دستک دیتی ہے کہ اِدھر موسلا دھار بارش شروع ہو جاتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے جل تھل ہو جاتا ہے۔

ایلزبتھ آج خلاف عادت سنجیدہ ہے۔ اس نے ہیٹر کو اپنے قریب کر لیا اور اپنے بستر پر تکیے کی ٹیک لگا کر گہری سوچ میں ڈوب گئی ہے۔ دھندلی روشنی اور ہیٹر کی سرخی اس کے چہرے پر تردد اور فکر مندی کے آثار نمایاں کرتی ہیں عالیہ

نے کافی کی تین پیالیاں تیار کرلی ہیں اور ایک پیالی عائشہ کو دیکر دوسری پیالی ایلزبتھ کو پیش کرتی ہے۔

"نو بھئی آج ہمارا موڈ آف ہے" ایلزبتھ نے کہا

عائشہ:۔ کیا ہوا آج تمھارے موڈ کو۔ سردی میں آئی ہو۔ پی لو مزاج ٹھیک ہو جائے گا۔

ایلزبتھ کافی کا کپ لیتی ہے اور فلسفی طرز ادا سے چسکیاں لے کر پیتی ہے۔ باہر بادل گرج رہے ہیں اور بجلی چمک رہی ہے۔ اندر ایلزبتھ گرجدار آواز میں عائشہ پر برستی ہے جبکہ اس کا چہرہ غیض و غضب سے چمک رہا ہے

"تم کیا ہر روز مجھکو اپنے مذہب کی پرچار کرتی ہو اور اپنے دین کو ہمارے دین سے فائن بناتی ہو۔ ہم کو سب معلوم ہو گیا ہے تمھارا اسلام کیا ہے۔ تم کس طرح کے نظام کو لانے چاہتے ہو۔ بس اب تم ہم سے ریلیجیس ٹاک مت کیا کرو"

عائشہ:۔ اوہ میم صاحب! کیا ہو گیا جو آج اس قدر لال پیلی ہو رہی ہو کیا پتہ چل گیا آج تم کو۔ کچھ ہمیں بھی تو پتہ چلے۔

ایلزبتھ:۔ بس ہم نے بولا نا کہ اب مذہبی ٹاک نہیں ہو گا اسی میں بہتری ہے ورنہ ہمارا فرینڈ شپ لوز ہو گا۔ کیا فائدہ ملے گا۔ جاؤ اب آرام کرو اور مجھے بھی سونے دو۔

عائشہ خالی پیالیاں اٹھائے جاتی ہے اور اپنے لبستر میں لحاف اوڑھ کر کسی کتاب کی ورق گردانی میں مصروف ہو جاتی ہے۔

عائشہ کو ایلزبتھ کا یہ رویہ مایوس کن معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ مسلسل چھ ماہ سے ایلزبتھ کو دین اسلام کی تبلیغ کر رہی تھی اور اس محنت میں

کچھ کامیابیاں بھی حاصل ہوئی تھیں مگر آج بارش کے دن تو اس کی محنت پر بھی پانی پھرتا نظر آ رہا تھا بھلا اسے کیسے چین آ سکتا تھا جب تک کہ وہ ایلز بتھ سے پوچھ نہ لے کہ اچانک ہوا کا رُخ کیسے تبدیل ہو گیا۔ عائشہ ایلز بتھ کے پلنگ کے پاس پڑے ہوئے ہیٹر کے قریب اپنی کرسی لاتی ہے اور ایلز بتھ کا بازو پکڑ کر کہتی ہے۔

"آخر ایسی بھی کیا بے رُخی یار، کچھ بتلاؤ تو سہی آج کیا ایسی نئی بات تمھیں معلوم ہو گئی جو اس قدر برہم ہو رہی ہو۔ میں تمھیں یقین دلاتی ہوں کہ میں بُرا نہیں مانوں گی۔ ڈونٹ وری۔ یہ ریسرچ ہے۔ اگر تمھارا آبجیکشن درست ہوگا تو ہم اُسے مان لیں گے۔ اور اگر تمھیں کوئی غلط فہمی ہو گئی ہوگی تو اس کو دور کرنے کی کوشش کریں گے"۔ ہاں شاباش بتاؤ۔ تمھیں ہماری قسم"۔

ایلز بتھ۔ اچھا اگر تم مجبور کرتی ہو تو سنو۔ تم اپنے دین کو ہمارے سامنے بہت پاک و پاکیزہ بتلاتی ہو اور ہم عیسائیوں پر عیش و نشاط کا الزام دھرتی ہو۔ مگر ہم نے مطالعہ کیا ہے کہ ہمارا جیسس کرائسٹ عین عالم شباب میں یعنی بتیس سال کی عمر میں صلیب دیا گیا لیکن اس نے شادی تک نہ کی ہمارے ننز اور پریسٹز مجرد زندگی بسر کرنا روحانیت کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ ٹھیک ہے ہمارا عام لوگ عیاش و شرابی ہے مگر ہمارے مذہبی فادرز تو بلند اخلاق کا نمونہ ہیں۔

لیکن ہماری حیرت کا انتہا نہیں رہا ہے کہ تم مسلمان کا سردار عمر دی گریٹ اپنی نابالغ پرنواسی سے شادی رچاتا ہے اور اگر میں وہ سارا واقعہ کہوں تو آفریڈ ہوں کہ تم سخت فیل کروگی۔ جب تم لوگ کے پاپا کا کیریکٹر ایسا ہے تو پھر پبلک کیسا ہوگا۔!

عائشہ: ۔ ہوں۔ ں ۔ سمجھی تو تمھارا مطلب حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت اُمّ کلثوم بنت علیؓ کے نکاح سے ہے ناں۔

ایلزبتھ: ۔ اُولیس۔ تھنک اِٹ کہ حضرت عمر کی بیٹی حضرت حفصہ رسولؐ اسلام کے حرم میں تھیں لہٰذا حضرت اُمّ کلثوم حضرت حفصہ کی نواسی ہوئیں۔ تب حضرت عمر کا اپنی سوتیلی پر نواسی کو اولڈ ایج میں وائف بنانا ایسا ورسٹ واقعہ ہے جو کسی نوبل فیملی میں آج تک نہیں سنا گیا ہے۔

عائشہ: ۔ مائی ڈیر۔ یہ بات بظاہر درست ہے اور اس سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انتہائی سبکی اور بے عزتی پائی جاتی ہے یقیناً جس وقت یہ نکاح ہوا حضرت عمر کافی عمر رسیدہ تھے۔ اولاد کی نعمت بھی حاصل تھی اور بیویاں بھی موجود تھیں ظاہری اعتبار سے انھیں اس عقد کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ مگر رسول اللہ صلعم سے انھیں کچھ ایسی وابستگی تھی اور کچھ ایسا والہانہ رابطہ تھا کہ وہ خاندان نبوت سے تعلق بڑھانے کے انتہائی متمنی تھے۔ اس ارشاد پیغمبر نے ان کے ارادے اور ان کی طلب کو اور بھی قوت دے رکھی تھی۔ خود (عمر) فرماتے ہیں۔

"میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ قیامت کے دن کل نسبی، سببی، اور صہری رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ سوائے میرے نسب وسبب اور صہر کے۔ مجھے حضور سے نسب (قریشیت) اور سبب (حفصہؓ کے نکاح کا تعلق) تو حاصل تھا۔ میں نے چاہا کہ یہ تعلق صہر بھی مجھے حاصل ہو جائے۔ (استیعاب جلد ۳ صـ ۲۲۳ ذکر اُمّ کلثوم)

حضرت امام زین العابدین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا رشتہ مانگا تو حضرت علی مرتضیٰ نے کہا میں نے تو اپنے بھتیجے عبداللہ بن جعفر کے لئے رکھا ہوا ہے حضرت عمر

فاروق مہاجرین کے پاس (اور ایک دوسری روایت کے مطابق مہاجر اور انصار کے پاس) آئے اور کہا مجھے مبارکباد کیوں نہیں دیتے۔ انھوں نے پوچھا کس بات کی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اُمِّ کلثومؓ بنت علیؓ جو حضرت فاطمہؓ کی بیٹی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ قیامت کے دن ہر نسب اور سبب منقطع ہو جائے گا مگر میرا نسب اور سبب۔ پس میں نے کہا کہ مجھے آنحضرتؐ کے ساتھ نسب اور سبب دونوں حاصل ہو جائیں۔“

(یہاں سبب سے مراد سبب کامل ہے جو ایک طرف سے حضرت حفصہؓ کے ذریعہ اور دوسری طرف سے حضرت اُمِّ کلثومؓ کے ذریعہ صہری تعلق سے تکمیل پذیر ہو)

(مستدرک امام حاکم جلد ۳ ص ۱۴۲)

ہمارے امام بیہقی نے اکابر اہل بیت رسولؐ کی سند سے حضرت عمر فاروقؓ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ انھوں نے حضورؐ کو فرماتے سُنا کہ قیامت کے دن ہر تعلق صہر کا ہو، یا سبب کا یا نسبت کا ہر ایک سلسلہ ٹوٹ جائے گا سوائے میرے صہری سببی اور نسبی تعلق کے مجھے آنحضرتؐ سے نسبی ربط تو حاصل تھا میں نے چاہا کہ اس کے ساتھ مجھے حضورؐ سے یہ سببی تعلق بھی حاصل ہو جائے۔“

(سنن کبریٰ جلد ۷ ص ۱۱۴ مطبوعہ دکن، طبقات ابن سعد جلد ۸)

پس یہی وہ ایک وجہ تھی جس کے تحت حضرت عمرؓ نے یہ نکاح کیا۔ اس سے نہ ہی کوئی عیاشی مقصود تھی اور نہ ہی دنیوی غرض بلکہ استحکام تعلق سببی کی خاطر یا آنحضرت صلعم کے امتثال کی خواہش پر آپؓ نے یہ نکاح کیا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرق عمر کے باوجود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

ایلزبتھ: ۔ یہ تو کوئی وجہ معقول نہیں ہے کیونکہ ابھی کچھ ہی روز قبل تم نے کہا تھا کہ اسلام میں رشتہ داری معیار فضیلت نہیں ہے بلکہ پرہیزگاری

کی بنیاد پر مراتب کے درجات بنتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ تم نے کہا تھا کہ رسولؐ کے والدین بھی بوجہ غیر مسلم ہونے کے جہنمی ہیں اور آپؐ کے چچا جو مربی و سرپرست بھی تھے وہ بھی رسول کی رشتہ داری سے کوئی فائدہ نہ اُٹھائیں گے اور ابولہب کو بھی رسولؐ کا چچا ہونا مفید نہ ہوگا۔ تو پھر اب یہاں وہ بات اُیلائی Ahhly نہیں ہوتی ہے۔ تم نے خود ہی کہا ہے کہ حضرت حفصہ حضرت عمر کی بیٹی رسولؐ کے نکاح میں تھیں۔ کیا یہ سبب کافی نہ تھا۔ تب کیا ضروری تھا کہ پیرانہ سالی میں تین بیویوں کی موجودگی میں اپنی سوتیلی پڑنواسی سے شادی رچالی۔ یہ ایسا مکروہ واقعہ ہے جو کسی شریف خاندان میں کبھی سُنا نہیں گیا ہے۔ معاف کرنا۔ اس بے جوڑ رشتہ کو دیکھکر کوئی مہذب آدمی ایسا نہ ہوگا جو حضرت عمر کو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ تم خود کوئی ایسی ایک ہی مثال ساری دُنیا میں ڈھونڈ کر دو کہ از آدم تا ہنوز کیا کوئی ایسا بے حیا اور بے غیرت شخص گذرا ہے۔ جس نے تین ازواج کی موجودگی میں اپنی بیٹی کی نواسی سے بیاہ رچایا ہو۔ اور ایسی خلاف فطرت خواہش ظاہر کی ہو جو ننگ شرافت ہے۔ توسّل رسولؐ والا خیال بھی مہمل نظر آتا ہے کہ یہ توسّل آپ اولاد کے لئے سوچتے جو اس وقت جوان تھے۔ بڑھاپے میں کمسن بچی سے خود شادی کرلینا بڑی بے شرم سی بات معلوم ہوتی ہے۔

اور ہاں ابھی جو تم نے حوالہ دیا تو اس سے یہ بات سامنے آئی کہ بڑے میاں سو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ۔ یک نہ شُد دو شُد۔ ہم تو حضرت عمر کی اس حرکت نازیبا پر متعجب تھے تو تم نے اپنے دوسرے بزرگ کو اس سے بھی زیادہ گرا ہوا بیان کیا کہ حضرت علی جس کو تم لوگ شیر خدا کہتے ہو اپنی بات کا اتنا کچا اور اپنے قول کا اتنا کچ۔ وہ یہ ہے کہ اپنے بھتیجے کو دیا ہوا رشتہ بلا وجہ توڑ کر اپنی کمسن

بچی کی جوانی خراب کرنے کے لئے ایک بڈھے کھوسٹ کو دے دیتا ہے، تاکہ وہ بیچاری ماتھے پر ہاتھ رکھ کر ضعیف دولہا کی عمر کے دن گنتی رہے۔ اگر تم لوگ کا اسلام ایسا ہی ہے اور اس کے بزرگ اس قسم کے کردار والے ہیں تو ایسے اسلام کو میرا دور ہی سے سلام ہے۔

عالیہ جو اپنی مسہری پر لیٹی ان دونوں کی گفتگو غور سے سن رہی تھی اس کلام پر چونک اٹھی اسے ایسا محسوس ہوا کہ اس کے کلیجے میں کسی شقی القلب نے زہر آلود خنجر گھونپ دیا ہے بے اختیار ہو کر اٹھی اور بے قابو ہو کر چلائی۔

عالیہ:- (O. You Shut up) یہ نہیں ہو سکتا کہ تم میرے پیشوا کی شان میں کوئی لفظ بے ادبی کا استعمال کرو۔ اور میں اس کو خاموشی سے سن لوں۔ یہ قصہ ولہی ہے۔ نہ ہی حضرت عمر ایسے گرے ہوئے انسان تھے اور نہ ہی حضرت علی علیہ السلام کا ایسا کردار تھا جیسا عائشہ نے بیان کیا ہے۔ ہمارا دین تہذیب اور اخلاق کا سرچشمہ ہے۔ اس کے قوانین فطری ہیں۔ مثلاً ازدواج یہ ہے کہ خدا نے اپنی کتاب میں ان عورتوں کا بیان کیا ہے جن سے نکاح حرام ہے۔ بے جوڑ اور غیر ہم پلہ رشتہ داریوں سے اشارۃً منع کیا ہے اور یہ ممانعت حکم عدل میں مضمر ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک ساٹھ سالہ بزرگ تین ازواج کی موجودگی میں صغیر سن بیوی سے عدل کر ہی نہیں سکے گا۔ پس حضرت عمر قرآن کے اس حکم سے اگر واقف تھے تو پھر وہ ایسی غلطی کیسے کر سکتے تھے۔ توبہ توبہ مس عائشہ نے تو اوپر یہ بھی بیان کر دیا کہ حضرت عمر یہ شادی رچا کر لوگوں کے مجمع میں آ گئے اور زبردستی مبارکبادیاں قبول کرنے کی خواہش فرمائی۔ حالانکہ کوئی بھی شریف النفس انسان اس طرح کی حرکت کرتا نظر نہیں آئے گا چہ جائیکہ حضرت عمر پر ایسے دیوانہ پن کا

الزام لگایا جائے اگر کوئی صاحب عقل اور آشنائے تہذیب و تمیز اس شخص کو صحیح الدماغ سمجھے گا جو ساٹھ سال کی عمر میں اپنی صغیر سن پر نواسی سے شادی رچا کر بازاروں میں لوگوں سے مطالبہ کرتا پھرے کہ اس شادی پر آسے مبارکباد پیش کرو۔ کیا یہ اپنے حرم کی رسوائی نہ ہوگی؟ یہ تمام قصہ واہیات ہے اور اس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

عائشہ:۔ نہیں مس عالیہ یہ محض تمہارا قیاس ہے اور محض تمہارے ذاتی نظریئے سے روایات کا ابطال نہیں ہو سکتا ہے جبکہ ایسی روایات تم شیعوں کی کتابوں میں بھی ہیں جو ثابت کرتی ہیں کہ یہ نکاح ہوا۔

عالیہ:۔ دیکھئے بہن۔ ہم شیعہ تو ایسے اتہام کو گالی گلوچ میں شمار کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک جناب امِ کلثوم بنت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہما نہ ہی حضرت عمر کے نکاح میں آئیں اور نہ ہی آ سکتی تھیں۔ کوئی بھی صاحب عقل سلیم اس بات کو قبول نہیں کرتا کہ حضرت عمر جیسا زیرک شخص ایسا خود رفتہ ہوا کہ سن و سال اور فطرت سب کا خیال برطرف کر کے ایسے بے جوڑ ازدواج کی طرف متوجہ ہوا۔ آپ لوگوں کو ہم پر شکوہ ہے کہ ہم حضرت عمر کو اچھا نہیں سمجھتے لیکن آپ لوگ خود اس بات کو فرض کر کے حضرت عمر کی سیرت پر ایسا دھبہ لگاتے ہیں کہ اگر ہم اس کو اپنی زبان پر لائیں تو آپ برا مان جائیں۔ بہتر یہ ہے کہ اس قصہ کو ترک کر دیجئے۔ ورنہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنی معروضات پیش کروں۔

عائشہ:۔ تم بڑے شوق سے اپنے خیالات کا اظہار کرو۔ مگر بلا نفسانیت اور طعن و تشنیع۔

عالیہ:۔ میں پوری کوشش کروں گی کہ رواداری سے بعد اختیار نہ ہو اور تمہارے مذہبی جذبات کو ٹھیس نہ لگے۔ تاہم اگر دوران گفتگو کوئی کلام ناگوار

گزرے تو اسے افہام و تفہیم کی خاطر درگزر کر لینا۔ بڑی ہی مہربانی ہوگی۔ جانِ من! یہ قصہ ایسا بیہودہ اور ناگفتہ بہ ہے کہ اگر معاذاللہ تمھارے کہنے سے صحیح مان لیا جائے تو اسلام کے دو بڑے ارکان کی سیرت داغدار ہو جاتی ہے اور ان کی ایسی توہین و تذلیل ہوتی ہے کہ جو شخص سُنے گا وہ ان کے کردار بلکہ نام سے بھی نفرت کرے گا۔ جس کی ایک زندہ مثال مس ایلزبتھ تمھارے سامنے بیٹھی ہے اگر تم واقعی اس قصہ واہی پر زور دینا چاہتی ہو تو پھر تمھیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حضرت عمر ایک بڑے بے حیا، بے غیرت اور حرص و ہوس پرست آدمی تھے انھوں نے اپنی آخری عمر میں ایسے غیر معقول کام کی خواہش کی جس کا تصور کرنا بھی ذلالت ہے۔ اب اگر تم اس پہاڑ کو کھودنا ہی چاہتی ہو تو اس سے برآمد ہونے والا چوہا بھی نرالا ہوگا۔ غیر مسلمانوں کے لئے تو یہ بحث ناٹک ہوگا یعنی سنّی المذہب لوگ جو حضرت عمر کو بڑا اعالی وقار، بلند خیال اور پاکیزہ کردار اعتقاد کرتے ہیں جب اس بات کو ثابت کریں گے تو شیعہ کوشش حضرت عمر کو بدتر بن بے حیا اور انتہائی بے غیرت ثابت کرنے کی ہوگی کہ ایسے سفیہ النفس تھے کہ جس لڑکی کو ان کی بیٹی نواسی کہتی تھی اس سے ساٹھ سال کی عمر میں شادی کی خواہش تھی جبکہ شیعہ جن پر دشمن عمر ہونے کا الزام ہے وہ اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کریں گے کہ حضرت عمر ایسے بُرے آدمی نہ تھے۔ تم خود غور کرو۔ اگر آج کوئی نیچ سے نیچ قوم کا بڈھا بھی اپنی بیٹی کی نواسی سے بیاہ کرنے کی خواہش کا اظہار کر دے تو لوگ اس کو کیا کہیں گے؟

اگر نعوذ باللہ یہ قصہ سچ ہے تو حضرت حفصہ پر بھی افسوس ہے کہ انھوں نے اپنے پدر بزرگوار کو یہ نہ سمجھایا کہ ابا جان آپ کی مت کیا ہوئی کہ میری نواسی سے شادی کرتے ہوئے کچھ بھی حیا نہیں آتی۔ ایسی بیہودگی نہ صرف ہند و پاکستان

میں قابل مذمت ہے بلکہ اہل عرب میں بھی یہ بات سخت مذموم ہے اور پھر جب ہم ان روایات کو دیکھتے ہیں تو اور بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور حضرت عمر کے خلاف نفرت کے جذبات میں تیزی سے اضافہ ہوتا ہے ۔

میں کیا کروں رام مجھے بڈھا مل گیا

عائشہ:۔ ایسی روایات کونسی ہیں ؟

عالیہ:۔ وہ ایسی توہین آمیز روایات ہیں کہ جن کو بیان کرنا بھی مانع شرم وحیا ہے لیکن اس بے ہودگی کی وضاحت اور ان موضوع روایات کی حقیقت روایت و درایت کے انکشاف کے لئے میں تمھیں چند منقولہ حوالہ جات اپنی ڈائری سے پڑھوا دیتی ہوں۔ انھیں پڑھ کر خود فیصلہ کرنا کہ اس نکاح کے قائل سُنی حضرات کتنی زبردست گستاخی شان عمر میں کرتے ہیں ۔

عالیہ اٹھتی ہے اور اپنے صندوق سے ایک ڈائری نکال کر لاتی ہے اور مطلوبہ صفحہ نکال کر عائشہ کی طرف بڑھا کر دعوتِ مطالعہ دیتی ہے اور کہتی ہے اس کا مطالعہ آرام سے کرو۔ باقی گفتگو کل ہوگی۔ ڈائری میں مرقوم ہے کہ

بے ہودہ روایات

۱۔ حضرت عمر نے حضرت علی سے ان کی دختر اُمِّ کلثوم کا رشتہ طلب کیا۔ حضرت علی نے فرمایا ابھی وہ کمسن ہے پس عمر نے کہا نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہے بلکہ آپ مجھ کو رشتہ نہیں دینا چاہتے اگر وہ کمسن ہے تو اس کو میرے پاس بھیجدو۔ پس حضرت علی نے اُمِّ کلثوم کو بلا کر ایک پوشاک دی اور کہا یہ عمر کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہدو میرے

والد کہتے ہیں یہ پوشاک کیسی ہے؟ پس جب وہ پوشاک لے کر عمر کے پاس آئیں اور پیغام دیا تو عمر نے اُمّ کلثوم کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ اُمّ کلثوم نے کہا میرا بازو چھوڑ دو۔ پس انھوں نے چھوڑ دیا اور کہا بڑی اچھی پاکدامن لڑکی ہے جا کر باپ سے کہدے کہ کتنی حسین اور کتنی خوبصورت ہے ایسی نہیں ہے جیسا کہ تم نے کہا تھا۔ پس پھر علی نے اُمّ کلثوم کی عمر سے شادی کر دی۔ (ذخائر العقبیٰ ص ۱۶۸)

۲۔ عمر نے علی سے اُمّ کلثوم کا رشتہ طلب کیا تو انھوں نے کہا وہ ابھی چھوٹی بچی ہیں۔ عمر نے کہا میری اس سے شادی کر دیں میں اس کی فضیلت طلب کرنا چاہتا ہوں جس کو کوئی بھی طلب کرنے والا نہیں۔ حضرت علی نے کہا میں اُمّ کلثوم کو تمھارے پاس بھیجتا ہوں اگر تم اس کو پسند کر لو تو میں نے اس کی شادی تم سے کر دی۔ پس حضرت علی نے اس کو ایک چادر دے کر بھیجا اور کہا اس سے کہدینا کہ یہی وہ چادر ہے جو میں نے تم سے کہی تھی۔ اُمّ کلثوم نے جا کر عمر سے یہ بات کہی تو عمر نے کہا۔ اللہ تم سے راضی ہو میں نے پسند کر لی۔ پس عمر نے اُمّ کلثوم کی پنڈلی کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کو کھول دیا۔ اُمّ کلثوم نے کہا تم ایسا کرتے ہو اگر تم امیر المومنین نہ ہوتے تو میں تمھاری ناک توڑ دیتی پھر اُمّ کلثوم واپس گئیں اور حضرت علی سے واقعہ بیان کیا اور کہا آپ نے مجھے بدکار بڈھے کی طرف بھیج دیا۔ حضرت علی نے فرمایا۔ اے بیٹی وہ تمھارا شوہر ہے۔ پھر عمر مہاجرین کی محفل میں آئے اور کہا مجھے مبارک کہو، انھوں نے کہا کس لئے؟ کہا میں نے اُمّ کلثوم بنت علی سے شادی کر لی ہے۔ (استیعاب جلد ۴ ص ۴۶۷)

عائشہ جوں جوں یہ روایات پڑھ رہا ہے فرطِ ندامت سے پانی پانی

ہو رہی ہے دل ہی دل میں کڑھتی ہے اس کا ضمیر بار بار اُسے جھنجھوڑ رہا ہے کہ اگر واقعی یہ بزرگ اس کردار کے تھے تو ان کو ہرگز ہرگز مذہبی پیشوا تسلیم نہیں کرنا چاہیئے بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک باپ ایسا بے غیرت ہو کہ اپنی صغیر سن بیٹی کو خود ہی ایک بڈھے امیدوار کے گھر بھیجدے کہ وہ امتحان کرے۔ توبہ توبہ یہ گھٹیا حرکت تو کوئی رذیل سے رذیل بھی کرنے پر موت کو ترجیح دینا گوارہ کریگا چہ جائیکہ اسلام کے مہر و ماہ بزرگ کے بارے میں ایسا اتہام تجویز کیا جائے اور پھر وہ شخص جو ضعیف العمری میں نابالغ لڑکی سے بیاہ کرنے پر بضد ہے کس قدر درندہ صفت اور کمینہ ہے کہ معصوم بچی سے نازیبا حرکت کر رہا ہے جبکہ ابھی تک وہ اس کے حبالہ عقد میں بھی نہیں۔ الاماں۔ ایسا کردار ہمارے پیشواؤں کا ہرگز نہیں ہوسکتا ہے۔

اسی خیالی کشمکش میں عائشہ ورق گردانی کر رہی ہے اور اب وہ تیسری روایت دیکھ رہی ہے۔ اس کو یہ بھی خدشہ ہے کہ اگر کہیں ایلز بتھ یہ کار وائی پڑھ لے گی تو ہاتھ آیا شکار لمحہ بھر میں نکل جائے گا۔ ساری محنت اکارت ہوگی تاہم وہ ذہنی خلفشار میں گرفتار مطالعہ میں مصروف ہے۔

۳۔ عمر بن خطاب نے حضرت علی سے اُمّ کلثوم کا رشتہ مانگا تو انھوں نے کہا کہ وہ صغیرہ ہے۔ حضرت عمر سے کہا گیا کہ حضرت علی نے آپ کو رشتہ دینے سے جواب دے دیا ہے پس انھوں نے پھر طلب کیا تو حضرت علی نے کہا میں اُمّ کلثوم کو تمھاری طرف بھیجوں گا اگر تم کو پسند آ گئی تو وہ تمھاری بیوی ہے۔ پس علی نے اُمّ کلثوم کو بھیجدیا اور عمر نے ان کی پنڈلی کھولی۔ اُمّ کلثوم نے کہا ہٹ جا اگر تو امیرالمومنین نہ ہوتا تو میں تیری آنکھوں پر تھپڑ مارتی۔ (اصابہ جلد ۲ ص ۴۶۲)

اس روایت کے پڑھنے پر عائشہ کو ان ظالم حکمرانوں کا خیال آتا ہے جو

رعایا کی بہو بیٹیوں کو اپنی خواب گاہوں کی زینت بنانے کے لئے بزور شمشیر اغوا کر لیتے تھے اور اسی طرح کا کردار اُسے اپنے خلیفہ دوم فاروق اعظم کا نظر آتا ہے کہ لڑکی کا باپ بوجہ صغیر سنی رشتہ دینے سے گریز کر رہا ہے اور وہ مجبور کر رہے ہیں۔ لاچار باپ ذرندہ صفت حاکم کے محل میں اپنی بیٹی روانہ کرتا ہے اور وہ ننگ شرافت اس بچّی کی پنڈلی کھول کر جبر کرنے کا ارادہ کرتا ہے کہ بچی کراہیت شدید کر کے مزاحمت کرتی ہے اور اعتراف کرتی ہے کہ اگر تو بادشاہ نہ ہوتا تو تجھے تھپڑ رسید کر دیتی۔ کیا اسلامی تعلیمات یہی ہیں جو اسلام کے دو رہنماؤں کے کرداروں سے اس روایت کے مطابق ظاہر ہوتی ہیں اگر یہی اسلام ہے تو پھر کفر اس سے لاکھ درجے اچھا ہے یقیناً یہ حکایات موضوع اور بے ہودہ ہیں۔ ایسے ہی ذہنی اُتار چڑھاؤ میں مُبتلا عائشہ اگلی روایت کا مطالعہ کرتی ہے۔

لم ۔ عمر بن خطاب نے حضرت علی سے ان کی بیٹی اُمّ کلثوم کا رشتہ طلب کیا تو انھوں نے کہا اے امیر المومنین ابھی وہ بچی ہے۔ عمر نے کہا خدا کی قسم ایسی بات نہیں مگر مجھے علم ہے کہ آپ کے دل میں کیا ہے؟ پس علی نے حکم دیا اور بچی کو سجایا سنوارا گیا اور ایک چادر اس کو اوڑھائی گئی اور آپ نے کہا خلیفہ سے جا کر میرا سلام کہہ دے اور کہہ دے اگر یہ چادر پسند آئے تو رکھ لو۔ ورنہ واپس کر دو جب وہ بچی آئی تو عمر نے کہا اللہ تجھ میں اور تمھارے باپ میں برکت لائے ہمیں پسند ہے پس وہ باپ کے پاس واپس گئی اور کہا اس نے چادر نہیں کھولی بلکہ مجھے ہی دیکھا پس آپ نے اس کی شادی کر دی۔ اور اس سے ایک لڑکا زید پیدا ہوا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۴۶۴)

عائشہ نے محسوس کیا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی کا باپ رشتہ دینے پر دل سے آمادہ نہیں ہے۔ بہر حال اگلی روایت پڑھتی ہے۔

۵۔ حضرت علی نے حکم دیا اور ام کلثوم کو آراستہ کیا گیا اور حضرت عمر کے پاس بھیجا گیا جب عمر نے اس کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور لڑکی کو اپنی آغوش میں لے لیا اور بوسے دیئے اور دعا کی اور جب وہ اٹھنے لگی تو پنڈلی سے پکڑ لیا اور اور کہا۔ باپ سے کہہ دینا میں بالکل راضی ہوں جب وہ اپنے باپ کے پاس واپس آئی اور ان کو سارا واقعہ سنایا تو علی نے ان کا نکاح عمر سے کر دیا۔

(صواعق محرقہ جلد ع۱ ص۱۵۹)

یہ روایت دیکھکر عائشہ اس عالم میں نظر آ رہی ہے اگر زمین جگہ دے تو زندہ دفن ہو جائے۔ فاروق اعظم کی کتنی شرمناک انداز میں توہین کی گئی ہے۔ ایسی رنگ رلی تو محمد شاہ رنگیلے کے باب میں بھی نہیں مل سکتی ہے۔ امیر المومنین خلیفۃ المسلمین، صحابی رسول ساٹھ سالہ بزرگ ایک غیر محرم نابالغ بچی کو نکاح کے بغیر گودی میں کھینچ کر بوس و کنار کرتا ہے پھر پنڈلی کی طرف دست درازی کرتا ہے یہ خلیفہ راشد کا کردار ہے یا کسی اوباش و عیاش فاسق و فاجر بادشاہ کی بدکرداری کا نمونہ ہے۔

۶۔ جب عمر نے علی سے رشتہ مانگا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے بھی رسول خدا کا نسب و سبب حاصل ہو تو علی نے حسن اور حسین سے کہا تم اپنی بہن کی شادی اپنے چچا عمر سے کر دو انھوں نے کہا وہ عورت ہے اپنے لئے خود اختیار کرے گی پس علی غصہ میں کھڑے ہو گئے اور حسن نے ان کا کپڑا پکڑ لیا اور کہا اے ابا جان آپ کی ناراضگی ناقابل برداشت ہے پس حسن و حسین نے ام کلثوم کی شادی کر دی۔

(صواعق محرقہ ص۱۵۵)

عائشہ نے اس روایت کا جھوٹ خود ہی عقلی مہارت سے تلاش کر لیا کیونکہ نابالغ بچی یا بالغ عاقلہ عورت کے نکاح کا اختیار شرعی ولی کو ہے۔ کوئی عورت اپنے

شرعی ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی جیسا کہ امام مالک نے موطا میں لکھا ہے جب ام کلثوم کے شرعی والی یعنی والد حضرت علی خود موجود تھے تو ان کو حسن و حسین سے شادی کی درخواست کرنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ شرعاً تزویج حق ان ہی کا تھا۔ اس دلیل پر عائشہ نے اس روایت کو مردود ٹھہرایا۔ اور اگلی روایت کا مطالعہ

۷۔ عمر نے علی سے ان کی بیٹی اُمّ کلثوم بنت فاطمہ کا رشتہ طلب کیا۔ علی نے کہا مجھ پر کچھ اُمراء ہیں۔ ان سے اجازت مانگ لوں پس آپ اولاد فاطمہ کے پاس آئے اور ان سے تذکرہ کیا انھوں نے کہا شادی کر دیں۔ آپ نے اُمّ کلثوم کو بلایا جبکہ وہ کا صبیہ (دودھ پیتی بچی) تھیں۔ اور کہا جا کر عمر سے کہدے کہ میں نے تیری مطلوبہ حاجت پوری کر دی۔ جب اُمّ کلثوم یہ پیغام لے کر عمر کے پاس گئیں تو انھوں نے اُمّ کلثوم کو پکڑ کر سینہ سے چمٹا لیا اور کہا میں نے اس کے باپ سے رشتہ مانگا تھا تو انھوں نے اس سے میری شادی کر دی۔ (ذخائر العقبیٰ ص ۱۶۹)

عائشہ اس بے سروپا روایت پر سیخ پا نظر آتی ہے پیچ و تاب کھائی ہوئی غور و فکر میں مصروف ہے اس نے سوچا کہ کبھی اولاد کو بھی کوئی باپ امراء کہتا ہے حضرت علیؑ کو کیا ہوا جو اولاد فاطمہؑ کو امراء کہہ کر خلاف اخلاق بات کر رہے ہیں پھر جب شادی پر رضامند ہو گئے تو محض رضامندی نکاح کے لئے کافی نہ ہو گی بلکہ صیغہ ایجاب و قبول رکن ہیں۔ گواہوں کی موجودگی ضروری ہے۔ لیکن یہاں بلا عقد ہی لڑکی روانہ ہو گئی اور دولھا صاحب بغیر نکاح ہی لڑکی کو سینے سے چمٹا کر شادی کا اعلان کر رہے ہیں۔ یہ بالکل بکواس ہے کیونکہ حضرت فاروق شرعی مسائل سے واقف تھے اور ایسا جرم وہ نہیں کر سکتے تھے۔ یہ قطعاً جھوٹ ہے۔

نتائج

صحاح ستّہ کی خاموشی

رات کافی گزر چکی ہے۔ بارش بھی تھم گئی ہے عالیہ اور رابعہ بتول دونوں اپنی اپنی مسہریوں پر گھوڑے بیچ کر سو چکی ہیں۔ عائشہ بھی اب تھکن محسوس کر رہی ہے اسے صبح کالج بھی جانا ہے۔ لہٰذا وہ ڈائری کو سرہانے رکھ دیتی ہے اور کمرہ کی ٹیوب بند کر کے سونے کی تیاری کرتی ہے۔ لیکن آج اس کی نیند اڑی ہوئی لگتی ہے۔ ذہن پر ایک بوجھ محسوس ہوتا ہے سونا چاہتی ہے مگر سو نہیں سکتی کروٹ بدلتی ہے مگر کسی کروٹ بھی نیند آنے کا نام نہیں لیتی وہ سوچ و بچار میں غرق ہو جاتی ہے۔ اسے احساس ہوتا ہے کہ ہماری صحاح ستّہ میں تو اس نکاح کا کہیں ذکر تک نہیں ملتا ہے حالانکہ حضرت عمر کے فضائل اور مناقب سے یہ کتابیں بھرپور ہیں مگر ایسا واقعہ کسی جگہ نہیں مل پاتا ہے وہ جی ہی جی میں ان منقولہ روایات کا سرسری جائزہ لے رہی ہے اور اس کے ذہن میں یہ نتائج پیدا ہوئے ہیں کہ

عمر نے علیؑ کو جھوٹا قرار دیا

۲۔ حضرت عمر ساٹھ سال کی عمر میں حضرت علی سے ایک کمسن اور بے ہوائیے صبیّہ یعنی دودھ پیتی بچّی کا رشتہ طلب کرتے ہیں حضرت مرتضیٰ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ وہ بچی ابھی چھوٹی ہے شادی کے لائق نہیں ہے مگر خلیفہ باپ کو جھٹلا دیتے ہیں اور خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ جو تمہارے دل میں ہے میں اس سے واقف ہوں یعنی قسم کھا کر حضرت عمر نے حضرت علی کو جھوٹا قرار دیا ہے جبکہ دونوں بزرگ ایک دوسرے پر کامل بھروسہ رکھتے تھے حسب العقیدہ۔

اَنوکھی شادی ب۔ پھر یہ شادی بھی بڑی اَنوکھی ہے۔ عقدِ نکاح کے لئے کوئی محفلِ مسنون منعقد نہ ہوئی اکابر صحابہ مہاجرین و انصار میں سے کسی کو مدعو نہیں کیا جاتا ہے بلکہ شرفاء کی عادت کے خلاف باپ کہہ رہا ہے کہ میں لڑکی کو تمھارے ہاں روانہ کروں گا۔ اگر تم نے پسند کر لی تو وہ تمھاری بیوی ہوگی۔ استغفر اللہ ایسی بے غیرتی تو ایک گھسیارہ بھی نہیں کر سکتا ہے اور پھر اسلامی تعلیمات کے مطابق تو یہ طریقہ شادی قطعاً لغو اور باطل ہے۔

بلا نکاح دست درازی اُف اللہ۔ توبہ توبہ یہ پہلو کس قدر شرمناک ہے کہ ایک اسلامی خلیفہ، صحابی رسولؐ، غیر شرعی طور پر ایک نامحرم۔ نابالغ خاندانِ رسوؐل کی بچی سے دست درازی کر رہا ہے۔ بازو کھینچتا ہے، پنڈلی کھولتا ہے۔ سینے سے چمٹاتا ہے۔ بوس و کنار کرتا ہے۔ دہائی ہے . . . اس وقت آسمان کیوں نہ گر گیا۔ زمین شق کیوں نہ ہوئی۔ جب وہ معصوم بچی غصہ میں آکر کہتی ہے کہ اگر تم بادشاہ نہ ہوتے تو تمھاری ناک توڑ دیتی۔ یا آنکھ پھوڑ دیتی۔

مجرمانہ حملہ خاکم بدہن اگر یہ ساری روایات صحیح ہیں تو پھر یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ حضرت عمر نے ساٹھ سال کی عمر میں ایک غیر محرم، کمسن بچی پر مجرمانہ حملہ کیا اور اگر کوئی دوسرا فرد ایسا کرتا تو اس کو عبرتناک سزا دی جاتی مگر جب خود حاکمِ وقت نے یہ وحشیانہ قدم اُٹھایا تو تعزیری کاروائی ساکت رہی۔ ان روایات سے تو صریحاً حضرت عمر کا ظالم۔ فاسق و فاجر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ایسے فحش الزامات کی موجودگی میں تو اس واقعہ و بیاہ کی جس قدر مذمت کی جائے کم ہے۔ ٹھیک ہے جو عالیہ اس نکاح کی منکر

ہے تو وہ ہرگز غلطی پر نہیں ہے لیکن اب ایلزبتھ کو کیسے مطمئن کیا جائے۔
عائشہ ان ہی خیالات میں کھوئی رہی کہ رات بیت چکی۔ صبح کی اذان ہوئی عالیہ بھی بیدار ہوئی اور ایلزبتھ بھی جاگ گئی۔ عائشہ و عالیہ نے اپنے اپنے طریقہ سے نماز فجر ادا کی اور کالج جانے کی تیاری کرنے میں مصروف ہوگئیں۔ مگر عائشہ کے چہرے پر بے خوابی پوری طرح جھلک رہی ہے۔ اس میں وہ پہلے سا اجالا نہیں پایا جاتا ہے سکون و آرام کا بہترین ذریعہ تو نیند ہی ہوتا ہے اگر نیند غائب ہو جائے تو قرار باقی نہیں رہتا ہے۔ عالیہ عائشہ کا روگ سمجھتی ہے مگر دونوں کی خواہش یہ ہے کہ ایلزبتھ سے یہ کیفیت پوشیدہ رکھی جائے۔ اترا چہرہ۔ آنکھوں کی سوجن، پیشانی پر شکنیں، اڑی رنگت، الجھے بال، پریشان حال دیکھکر ایلزبتھ نے عائشہ سے پوچھا۔

ایلزبتھ: ۔ مس عاشی کیا بات ہے آج بہت وریڈ دکھائی دیتی ہو۔

عائشہ: ۔ نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔ بس یونہی رات کو نیند پوری نہیں ہوئی طبیعت بوجھل سی محسوس ہوتی ہے۔ تم لوگ تو ایسے سوئے کہ آنکھ جھپک کر بھی نہ دیکھا۔

ایلزبتھ: ۔ کوئی ہم سے ناراضگی تو نہیں؟

عائشہ: ۔ نہیں نہیں قطعاً نہیں تم جیسی سویٹ دوست سے بھلا کس طرح ناراضگی ہو سکتی ہے۔

عالیہ: ۔ واقعی عائشہ تمہارا چہرہ علیل دکھائی دے رہا ہے۔ ویسے بھی باہر سردی ہے اور آج کالج میں پڑھائی ہونے کا امکان کم ہی نظر آتا ہے تم تو آج آرام ہی کرو۔ چھٹی لے لو۔

عائشہ: ۔ یہ تم نے دل کی کہی۔ میرا بھی ایسا ہی ارادہ تھا۔ تم میری عرضی دیدینا۔

عالیہ اور ایلزبتھ اپنی اپنی کتابیں تیار کرتی ہیں اور ناشتہ وغیرہ کرنے کے بعد کالج روانہ ہو جاتی ہیں عائشہ پر اب نیند کا غلبہ ہے۔ وہ کمرے کا دروازہ بند کرکے لحاف اوڑھ کر سو جاتی ہے۔ اور دو تین گھنٹے کی کچی نیند لینے کے بعد بیدار ہوتی ہے اور رات والی ڈائری کا پھر سے مطالعہ شروع کر دیتی ہے اب وہ ان روایات کی تحقیق کرنا چاہتی ہے۔ اور ان کے راویوں کا اقتدار معلوم کرنے کی خواہشمند ہے۔

راویوں کا اقتدار اس نے دیکھا کہ روایت ع۱ کو ابن اسحاق نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے روایت کیا ہے۔

محمد ابن اسحاق جس کی روایت ذخائر العقبیٰ میں درج ہے اس کے بارے میں یحییٰ قطان نے کہا ہے کہ "ابن اسحاق کذاب ہے"۔ مالک نے کہا "ابن اسحاق دجّال ہے"۔ سلیمان تیمی نے کہا "ابن اسحاق کذاب ہے"۔ دارقطنی نے کہا کہ قابل احتجاج نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ ص۲۱)

روایت ع۲ کو ابو عمرو نے زبیر بن بکار سے روایت کیا ہے۔

زبیر بن بکار زبیر بن بکار حدیث گھڑتا تھا اس کی حدیث ناقابل قبول ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ع۱ ص۳۴)

تیسری ع۳ روایت سفیان نے عمرو بن دینار سے روایت کی ہے۔

عمرو بن دینار امام احمد نے کہا ہے کہ ابن دینار ضعیف ہے۔ امام نسائی اور مرّہ نے بھی ضعیف کہا ہے (میزان الاعتدال جلد ع۲ ص۲۸)

چوتھی ع۴ روایت ابن سعد نے محمد بن عمرو اقدی سے روایت کی ہے۔

محمد بن عمر واقدی امام نسائی نے کہا ہے کہ واقدی کذاب ہے اور بغداد میں اپنی کذب بیانی کی وجہ سے مشہور ہے (تہذیب التہذیب جلد ع۹ ص۳۶)

امام بخاری نے کہا ہے کہ واقدی متروک الحدیث ہے۔ مرہ نے کہا ہے کہ واقدی کوئی شے نہیں ہے یحییٰ بن معین نے کہا واقدی ضعیف ہے۔ ابن مدائنی کا قول ہے کہ واقدی کی بیس ہزار حدیثیں بے اصل ہیں۔ امام شافعی نے کہا واقدی کی تمام کتب جھوٹ کا انبار ہے اسی واقدی کی کتابوں سے یورپین نے حضورؐ کی شان میں گستاخیاں کرنے کا مواد تلاش کیا ہے اور اسکی فضولیات اور لغو باتوں سے اسلام کو نقصان پہنچا ہے۔

(روزنامہ امروز لاہور ص ۱، ۱۹ اپریل ۱۹۷۸ء)

پانچویں روایت کی سند معلوم نہیں ہے چھٹی روایت بیہقی کی ہے جس پر جرح کی جا چکی ہے اسی طرح ساتویں روایت پر بھی بحث ہو چکی ہے یہ روایات عموماً مجہول الحال رواۃ سے مروی ہیں جن کے احوال بھی کتب رجال میں نہیں ملتے ہیں۔ مثلاً ابن سعد نے انس بن عیاض لیثی۔ عمار بن ابی عامر۔ ابو حصین اور ابو خالد اسماعیل وغیرہ سے روایت کی میزان الاعتدال میں ان تمام راویوں کو مجہول الحال لکھا گیا ہے۔ ملاحظہ کریں میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۲۹۵۔

اسی طرح ہشام بن سعد بھی راوی ہے جسے نسائیؒ نے ضعیف کہا ہے (میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۲۵۴) اسماعیل بن عبدالرحمٰن سدی کو یحییٰ بن معین نے ضعیف لکھا ہے۔ لیث نے کاذب قرار دیا ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۱۱) عطا بن مسلم خراسانی کو بخاری نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کی حدیث سے احتجاج باطل ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۱۱۹) عبیداللہ بن موسیٰ کو امام احمد حنبل نے صاحب تخلیط کہا ہے۔ اس کی حدیث بری ترین ہیں (میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۱۷۰) عبدالرحمٰن بن زید

بن اسلم کو امام نسائی نے ضعیف کہا ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ ص۱۰۵)

اسی طرح ابن شہاب زہری کا ناصبی ہونا اور دشمن علی ہونا مشہور ہے۔ الغرض یہ واقعہ ایسے ناقابل اعتبار راویوں کی روایات پر انحصار کرتا ہے جن کا علم رجال کی روشنی میں حال بیان کیا گیا ہے۔ یہ احوال پڑھ کر عائشہ دل سے مطمئن ہے کہ یہ بے بنیاد روایات محض صحابہ کی زبردست توہین اور ہتک اسلام کرنے کے لئے دشمنان دین نے گھڑی ہیں اور ان کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اور جب عائشہ نے ڈائری میں یہ بھی پڑھا کہ خود علمائے اہل سنت نے ان مردود روایات کو ٹھکرا دیا ہے تو اسے مزید سکون محسوس ہوا۔ چنانچہ اس نے دیکھا کہ اہل سنتہ کے جلیل القدر عالم شیخ الاسلام امام سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامۃ ص۳۳ پر ان روایات کے بارے میں بایں الفاظ تبصرہ کیا ہے۔

سبط ابن جوزی کا تبصرہ

"میرے نانا نے کتاب المنتظم میں ذکر کیا ہے کہ علی نے ام کلثوم کو عمر کے پاس بھیجا تا کہ وہ اس کو دیکھیں اور عمر نے ان کی پنڈلی کھول دی اور ران کو ہاتھ سے چھوا۔ میں کہتا ہوں کہ خدا کی قسم یہ بدترین بات ہے اگر یہاں کوئی کنیز بھی ہوتی تو عمر اس سے یہ بدسلوکی نہ کرتے کیونکہ باجماع المسلمین اجنبی عورت کو مس کرنا حرام ہے۔ لہٰذا یہ بات حضرت عمر کی طرف کیسے منسوب کی جائے۔"

افسانوی نکاح کا شرعی حیثیت سے ابطال

علامہ سبط ابن جوزی کے اس تبصرہ کے بعد ڈائری میں مرقوم وہ بحث جس کے مطابق اہل سنتہ کے مذاہب اربعہ کی فقہ میں روایات مندرجہ بالا کی روشنی میں اس نام نہاد فرضی نکاح کو باطل

ثابت کیا گیا ہے عائشہ لغو پڑھ رہی ہے اس بحث میں حنفی، شافعی، حنبلی، اور مالکی فقہ کے مطابق ٹھوس دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ نکاح ہر صورت میں باطل ہے اور شریعت اسلامیہ کی کھلی مخالفت ہے۔

پہلی دلیل ان روایات سے ثابت ہے کہ عقد مفروضہ میں ایجاب وقبول واقع نہیں ہوا اور نہ ہی اس میں گواہ بیٹھے نظر آتے ہیں۔ مذہب اہل سنتہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایجاب وقبول نکاح کا رکن ہے کسی مسلمان کا نکاح بغیر دو عادل آزاد، بالغ مسلمان گواہوں کی موجودگی کے منعقد نہیں ہو سکتا پس چونکہ اس افسانوی نکاح میں یہ شرائط مفقود ہیں اس لئے یہ نکاح قطعاً باطل اور غیر اسلامی ہے

دوسری دلیل روایات بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ لڑکی کے ولی یعنی حضرت علی نے فرمایا "میں ام کلثوم کو تمھارے پاس بھیجوں گا اگر تم کو پسند آگئی تو اسی کی شادی تم سے کر دوں گا"۔ (استیعاب جلد ۴ صـ ۴۶۹) یا یہ کہا کہ "میں اس کو تمھارے پاس بھیجوں گا اگر تم نے پسند کر لی تو وہ تمھاری بیوی ہے (استیعاب جلد ۴ صـ ۴۶۹)

"اگر" کے لفظ پر منحصر عقد اصطلاح میں "عقد معلق" کہلواتا ہے۔ اور مالکیوں، شافعیوں، اور حنفیوں کے نزدیک نکاح معلق باطل ہے بلکہ نکاح کو "منجز" ہونا چاہیئے۔

تیسری دلیل روایات منقولہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ام کلثوم اس وقت کم سن اور نابالغ تھیں مگر ان روایات میں نکاح کے صیغے جاری ہونے کا کسی جگہ تذکرہ نہیں ملتا ہے اگرچہ نابالغ بچی کے نکاح میں ایک وکیل اور ایک گواہ کا ہونا کافی ہے تب بھی مذہب حنفی کے مطابق باپ کی موجودگی شرط ہے۔ اگر باپ غائب ہے تو نکاح ناجائز ہو گا۔

اگر فرض کر لیا جائے کہ ام کلثوم کی عمر اس نکاح کے وقت دس گیارہ برس کی تھی تو یہ مفروضہ اور خطرناک ہوگا کہ روایات یہ ثابت کرنے سے قاصر ہیں کہ اُم کلثوم سے حضرت عمر کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت طلب کی گئی ہو بلکہ واضح طور پر روایات میں مذکور ہے کہ حضرت عمر کی دست درازی کے بعد ان کو بتایا گیا کہ "اے بیٹی وہ تمھارا شوہر ہے" (استیعاب جلد ۴ ص ۴۶۴) یعنی اس بدتمیزی سے قبل لڑکی بالکل بے خبر تھی۔ جبکہ اہل سنّت کے ہاں امر مسلّمہ ہے کہ حرہ بالغہ عاقلہ کا نکاح اس کی مرضی کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی ولی کے لئے جائز ہے کہ وہ بالغہ اور نابالغہ کو کسی سے نکاح کرنے پر مجبور کرے لہٰذا دونوں صورتوں میں نکاح درست قرار نہیں پاتا ہے تو پھر حضرت عمر کے لئے ایسا ناجائز نکاح تجویز کر کے ان کی توہین و تذلیل کیوں کی جاتی ہے۔ برادران اہل سنتہ کو اس کا سختی سے لحاظ رکھنا چاہیئے۔

چوتھی دلیل ان بے ہودہ روائتوں سے پوری طرح واضح ہے کہ اس نکاح کو صحابہ رسولؐ سے مخفی رکھا گیا ان کو اس عقد کی خبر تک نہ ہوئی جب اُمّ کلثوم ناراض ہو کر واپس گئیں تو حضرت عمر نے لوگوں سے مبارکباد ی کا مطالبہ کیا۔ جب صحابہ نے وجہ دریافت کی تو انھوں نے اُمّ کلثوم سے شادی کی خبر دی۔ حلبی نے اپنی سیرت میں تو شرافت کے بخئے ادھیڑ کر رکھ دیئے ہیں، انھوں نے روایت لکھی ہے کہ "حضرت عمر نے مجلس مہاجرین میں جا کر یہ کہا کہ "مجھے مبارکباد دیجئے" صحابہ نے کہا کس سے، تو عمر نے کہا میں نے اُمّ کلثوم سے شادی کر لی ہے" (کتاب السیرة ص ۴۶۳)

(ڈائری کی یہ عبارت پڑھ کر عائشہ نے اپنا منہ گریبان میں چھپا لیا اور لاحول پڑھنا شروع کر دیا۔) اس کے بعد حلبی نے اظہار معذرت کیا کہ

شاید ایسی بات کرنے کی حرمت صحابہ کو نہیں پہنچتی تھی۔ (بحوالہ کنز المکتوم ص۲۴) حالانکہ شریعت کا حکم ہے کہ نکاح کو بر سر عام کرو۔ یہاں تک ہے کہ دف بجاؤ تاکہ حرام و حلال کا فرق معلوم ہو سکے خود حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ نکاح کا پہلے اعلان کیا جائے حضرت عمر کے دوسرے سارے نکاح بھی بر سر عام ہوئے اور دیگر کسی بھی صحابی نے چوری چھپے نکاح نہیں کیا ہے پس یہ پوشیدہ نکاح خود اپنے آپ کو افسانوی ثابت کرنے کا بیّن ثبوت ہے۔

پانچویں دلیل

ابن سعد کی طبقات میں اور دیگر کتابوں میں یہ مرقوم ہے کہ ام کلثوم کا حق مہر چالیس ہزار درہم مقرر ہوا۔ یہ رقم حضرت عمر کے اپنے ہی قول کے خلاف بات ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفا جلد دوم ص۱۱۲ میں تحریر کیا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا "حق مہر زیادہ نہ ہو" چونکہ رسول اللہؐ نے اپنی کسی بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ نہ مقرر فرمایا" اسی طرح شاہ ولی اللہ کے فرزند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفہ اثناء عشریہ میں لکھا ہے کہ حق مہر کا بڑھانا خلاف اصول پیغمبرؐ ہے چونکہ صحیح احادیث میں حق مہر بڑھانے کی ممانعت وارد ہے۔ اور حدیث میں ہے حق مہر آسان باندھو۔
(تحفہ اثناء عشری ص۱۵۹ فارسی)

مولوی شبلی نعمانی نے الفاروق ص۵۲ پر اسی رقم مہر یعنی ۴۰ ہزار کا ذکر کیا ہے جو سراسر مخالفت سنّت رسولؐ بلکہ خود حضرت عمر کا اپنے قول و اصول سے انحراف ہے کہ دوسروں کو تو وہ زیادہ مہر باندھنے پر روکتے تھے اور خود ساٹھ سال کی عمر میں کمسن دلھن کا چالیس ہزار مہر دینے پر آمادہ ہو گئے۔

چھٹی دلیل

زیر بحث روایات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ۱۷ھ میں حضرت عمر کی نویلی دلہن کی عمر چار یا پانچ برس کی تھی اور بعض مورخین کے

نزدیک صبیہ یعنی دودھ پیتی تھی یا پھر صغیرہ و نابالغہ تھیں اور ابن حجر مکی کی صواعق محرقہ میں منقول روایت کے تحت وہ بہت چھوٹی تھیں ورنہ اُن کے باپ ان کو عمر کے پاس نہ بھیجتے۔ شہاب الدین دولت آبادی کے نزدیک ان کی عمر پانچ برس کی تھی۔

یاسین موصلی نے المہذب ص۹۰ پر اور عمر رضا کحالہ نے اعلام النسا ص۲۵۶ پر تحریر کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ذیقعد ۱۷ھ میں یہ شادی کی۔ شادی کے ایک سال بعد دخول کیا حالانکہ نابالغ بچی سے دخول کرنا فعل حرام ہے خواہ وہ منکوحہ ہی کیوں نہ ہو۔ اب صاف ظاہر ہے کہ جب بوقت نکاح عمر چار یا پانچ برس تھی تو ایک سال بعد بالغ ہونا ممکن نہیں ہے پس روائتی لحاظ سے یہ نکاح بالکل من گھڑت افسانہ ہے۔

عائشہ پوری دلچسپی سے یہ ڈائری مطالعہ کر رہی ہے اُسے یہ احساس ہے کہ اس نے اپنی سہیلی ایلزبتھ پر اسلام کی تعلیمات کو محض اس دلیل کے بل بوتے پر فوقیت دی ہے کہ اس کے احکام سائنٹفک ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاقی اقدار کے محافظ بھی ہیں اس نے شارع علیہ السلام کی سیرت طیبہ اور اخلاق محمدؐیہ کے بیشتر نمونے بطور مثال پیش کر کے ایلزبتھ کے عقیدے میں ڈگمگاہٹ پیدا کر دی ہے۔ تہذیب اسلام اور اصول دین کی جامعیت پر مدلل مباحثے کر کے اسلام کو ایک عالمگیر ضابطہ حیات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اب وہ خوف زدہ ہے اُسے ڈر ہے کہ اس واقعہ دل سوز کی روشنی میں اگر ایلزبتھ نے یہ کہہ دیا کہ اسلام کے دانت ہاتھی کے مانند ہیں دیکھنے کے اور کھانے کے اور۔ یہ تو ایسا کالا مذہب ہے کہ ایک ستون اسلام بزرگ جو پیغمبرؐ کا خلیفہ و نائب اعتقاد کیا جاتا ہے اور جسے تاریخ میں فاروق اعظم

لکھا جاتا ہے اس نے اٹھاون برس کے سن میں تین بیویوں کے ہوتے ہوئے اپنی بیٹی کی سوتیلی نواسی سے شادی رچائی۔ بلکہ بلا نکاح اس سے ایسی حرکات ناشائستہ کیں جو کوئی بھی شریف شخص نہیں کر سکتا۔ اور دوسرے ستون اسلام نے اپنی بیٹی کو بازاری سودے کی طرح بطور نمونہ اس کے پاس بھیجدیا تو میرے پاس ان معقول اعتراضات کا کیا تسلی بخش جواب ہوگا؟ اگر خدانخواستہ یہ روایات سچی ہیں تو بنی آدم کی تاریخ میں ایسی مذموم مثال کسی دوسرے مذہب میں نہیں مل سکتی ہے۔ اے میرے پروردگار! میں نے تو تیرے دین حقہ کی اشاعت کے لئے خلوص نیت سے دعوت تبلیغ کی کوشش کی تھی اب مجھے اس خلفشار سے بچا۔ میرے دل کو تو یہ اطمینان ہے کہ یہ قصہ بالکل واہیات اور مہمل ہے اور محض اسلام کو بدنام کرنے کے لئے بزرگان اسلام کو بے آبرو بنانے کی خاطر دشمنان دین نے اسے گڑھا ہے۔ تاکہ پاک دین کو محض عیاشی و شہوت پرستی کا ضابطہ بنا کر دنیا کے سامنے ذلیل کر دیا جائے۔ اور اس مصفیٰ مذہب کو نفرت آمیز جامہ پہنا دیا جائے یہ روایات تو خلفائے راشدین کی سیرت پر ایسا بدنما داغ لگاتی ہیں جسے صاف کرنا ممکن نظر نہیں آتا ہے۔ اے رب العزت! میری رہنمائی فرما اور اپنے معزز دین کی عزت و توقیر کو بحال رکھ۔ مجھے اس مشکل سے نکال۔ بے شک یہ قصہ عقلاً و نقلاً شرعاً و شرفاً بالکل بے سروپا اور بے بنیاد ہے لیکن ایلزبتھ کو کس طرح مطمئن کیا جا سکتا ہے۔ کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی بچ جائے۔

عالیہ اور ایلزبتھ کالج سے واپس آ گئی ہیں لیکن عائشہ ابھی اس موضوع پر ایلزبتھ سے گفتگو کرنا پسند نہیں کرتی ہے جب تک کہ وہ خود کو مکمل طور پر اس

قابل نہیں بنا لیتی کہ اس واقعہ کے ہر گوشے پر روشنی ڈال سکے۔ عالیہ نے اشارۃً عائشہ سے پوچھا ہے کہ اس کی تحقیق کس نتیجہ پر پہنچی ہے مگر اس نے اشارہ ہی سے اُسے منع کر دیا ہے کہ ایلزبتھ کے سامنے یہ بات نہ کی جائے۔ ایلزبتھ نے عائشہ سے پوچھا۔

ایلزبتھ:- کہو عاشی اَب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟

عَائشہ:- ٹھیک ہے۔ کچھ دیر آرام کیا ہے۔

عالیہ:- کیوں بھئی چائے چلے گی۔؟

ایلزبتھ:- کیوں نہیں ضرور چلے گی۔

عالیہ چائے تیار کرتی ہے اور تینوں سہیلیاں چائے پیتی ہیں چائے کے بعد ایلزبتھ کسی کام سے شہر چلی جاتی ہے۔

عالیہ:- کیوں عاشی کس نتیجے پر پہنچ سکی ہو۔؟

عائشہ:- بھئی جو کچھ ابھی تک معلوم ہوا ہے۔ وہ تو یہ ہے کہ یہ واقعہ دو خلفائے راشدین کی انتہادرجہ توہین و تذلیل کرتا ہے مگر یہ نکاح نہ صرف سُنی کتب سے بیان کیا جاتا ہے بلکہ شیعہ کتب میں بھی اس کی تائید میں رُوایات ہیں اور مولوی شبلی نعمانی جیسے مورخ نے بھی اس کو الفاروق میں لکھا ہے۔ حالانکہ انھوں نے روایت و درایت کا خصوصی لحاظ رکھا ہے لہٰذا میں یہ چاہتی ہوں کہ اس معاملہ کی جانچ پڑتال اور چھان بین کیلئے اپنے اُستاد محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب سے مدد حاصل کروں کیونکہ اُن کو تاریخ پر خصوصی عبور حاصل ہے۔ ان کی جانب سے مفصل جواب موصول ہونے پر کوئی حتمی رائے قائم کرنے کے قابل ہوں گی۔

عالیہ:- ہاں ٹھیک ہے۔ اُن سے ضرور وضاحت دریافت کرو۔

چنانچہ عائشہ اپنے اُستاد مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو خط تحریر کر کے صورتحال سے آگاہ کرتی ہے اور استفسارات کا جواب چاہتی ہے۔ مولوی صاحب واپسی جواب میں اپنی شاگرد عائشہ کو لکھتے ہیں کہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلے علی رسولہ الکریم
عزیزہ عائشہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ برکاتہٗ۔ بعد از دعائے نیک بختی و شفقت مخلصی کے تحریر ہے کہ تمہارا استفسار نامہ موصول ہوا۔ واضح ہو کہ یہ بات از روئے کتب معتبرہ اہل سنت اور شیعہ کے ثابت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کا نکاح ساتھ اُمّ کلثوم کے ہوا۔ جو حضرت فاطمہؓ و علیؓ کی صاحبزادی تھیں اس نکاح سے چند فائدے ظاہر ہوتے ہیں۔

ا۔ اس نکاح کا پہلا فائدہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کی باہمی دوستی ثابت ہوتی ہے اگر ان میں رنجش و عداوت ہوتی جیسا کہ روافض کا خیال ہے تو حضرت مرتضیٰؓ کبھی اپنے دشمن و مخالف کو اپنے خاندان میں نہ لیتے۔

ب۔ اس عقد سے حضرت فاروق رضی اللہ عنہٗ کا کافر و منافق و مرتد نہ ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ ورنہ حیدر کرارؓ اپنی پیاری دختر کا نکاح کبھی نہ کرتے۔ پس یہ نکاح اس بات کا ثبوت ہے حضرت علیؓ کو حضرت عمرؓ کے ایمان و عبادت، زہد و تقویٰ پر بھروسہ تھا۔

ج۔ اس عقد سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے کبھی کسی قسم کا رنج اور صدمہ حضرت علیؓ یا حضرت فاطمہؓ کو دیا ہوتا تو یہ نکاح ہرگز نہ ہوتا۔ یہ نکاح اخلاص اور اتحاد اور محبت باہمی پر شاہد ہے۔ لہٰذا حضرت عمرؓ پر شیعوں کے

کے مطاعن کی تردید کے لئے کافی ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، کا نکاح حضرت اُمّ کلثوم بنت علی کے ساتھ مندرجہ ذیل دلائل اَز کتب اہل سنتہ سے ثابت ہوتا ہے۔

۱۔ حافظ ذہبیؒ تحریر فرماتے ہیں " حضرت ام کلثومؓ بنت علی مرتضیٰ جو حضرت فاطمہؓ کے بطن سے تھیں اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ سے پہلے پیدا ہو چکی تھیں۔ ان سے حضرت عمرؓ نے چالیس ہزار درہم مہر پر نکاح کیا۔ اور ان کے ہاں زید اور رقیہ پیدا ہوئے حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد ام کلثومؓ نے پھر عون بن جعفر سے نکاح کیا۔

(تجدید اسماء الصحابہ ص ۲۵)

۲۔ حضرت امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ایک دفعہ مدینہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک عمدہ چادر بچ گئی۔ حاضرین مجلس میں سے کسی نے کہا "یہ چادر آپ حضورؐ اکرم کی صاحبزادی کو جو آپ کے نکاح میں ہے دے دیں۔ اس سے ان کی مراد حضرت علیؓ کی بیٹی اُمّ کلثوم تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اُمّ سلیط اس چادر کی زیادہ حقدار ہیں وہ جنگ اُحد کے دن ہمارے لئے پانی کی مشکیں اٹھا اٹھا کر لائی تھیں۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد جلد اوّل باب حمل النسا القرب ص ۴۰۳، کتاب المغازی جلد ۲ باب ذکر اُمّ سلیطؓ ص ۵۸۲)

۳۔ امام نسائیؒ اپنی سنن میں حضرت نافعؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک دفعہ نو اکٹھے جنازے پڑھائے ان ہی میں حضرت اُمّ کلثوم بنت علی مرتضیٰ کا جنازہ بھی تھا۔ یہ سعد بن عاصؓ کی حکومت کا دور تھا۔

حضرت علیؓ کی بیٹی اُمّ کلثوم جو حضرت عمرؓ کے نکاح میں رہ چکی تھیں ان کا جنازہ اور ان کے بیٹے زید کا جنازہ اکٹھا رکھا گیا۔ نماز جنازہ میں حضرت ابن عمر، ابن عباس، ابو ہریرہ، ابو سعید اور ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سب حضرات شامل تھے۔ حضرت ابن عمرؓ نے امامت فرمائی۔ (سنن نسائی جلد ۱ کتاب الجنائز باب اجتماع جنائز الرجال والنساء صفحہ ۳۱۷ مطبوعہ دہلی)

سیدنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس نماز جنازہ میں شریک ہونے والوں میں حضرت امام حسنؓ، امام حسینؓ، امام محمد بن حنفیہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ تاریخ الصغیر الامام بخاری ص ۵۳ مطبوعہ الٰہ آباد)

۴۔ سنن ابی داؤد میں حضرت عمار مولیٰ حارث بن نوفل سے روایت ہے کہ "وہ بھی حضرت اُمّ کلثومؓ اور ان کے بیٹے زید کے جنازہ میں حاضر تھے۔ اس میں لڑکے کا جنازہ اس جہت میں رکھا گیا تھا جو امام کی طرف تھی۔
(سنن ابو داؤد جلد ۲ ص ۴۵۵)

۵۔ دارقطنی نے تحریر کیا ہے کہ "اُمّ کلثوم بنت علی جو حضرت عمرؓ کی بیوی تھیں ان کا اور ان کے لڑکے زید بن عمر کا جنازہ رکھا گیا اور وہاں ان دنوں امام سعید بن عاص تھے۔ (دارقطنی جلد ۱ ص ۱۹۴ مطبوعہ دہلی)

۶۔ امام حاکم نے روایت نقل کی ہے کہ امام زین العابدین کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے اُمّ کلثوم کا رشتہ مانگا۔ حضرت علیؓ نے کہا میں نے تو اسے اپنے بھتیجے کے لئے رکھا ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ اُمّ کلثوم کو میرے نکاح میں دے دیں بخدا مجھ سے زیادہ کوئی اس کا منتظر اعزاز نہیں اس پر حضرت علی نے حضرت عمرؓ کو یہ نکاح دے دیا (مستدرک جلد ۳ ص ۱۴۲ مطبوعہ دکن)

۷۔ ابوبکر بیہقی اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علی مرتضیٰ سے کہا۔ مجھے اپنی لڑکی اُمِّ کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول اللہ کا رشتہ دے دیں حضرت علیؓ مرتضیٰ نے اس تفصیل کے بعد جو امام حاکم کی اوپر والی روایت میں درج ہے کہا کہ میں نے اس کا رشتہ (آپ کو) دے دیا۔

۸۔ حافظ ابوعبداللہ محمد بن سعد زہری نے لکھا ہے کہ اُمِّ کلثوم بنت علی جن کی والدہ حضرت فاطمہ تھیں ان سے حضرت عمرؓ نے نکاح کیا اور وہ چھوٹی عمر کی تھیں ان کے ہاں حضرت عمرؓ سے زید اور رقیہ پیدا ہوئے

(طبقات ابن سعد جلد ۹ ص ۳۳۹)

۹۔ ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری تحریر فرماتے ہیں کہ اُمِّ کلثوم کبریٰ جو حضرت فاطمہ کی صاحبزادی تھیں حضرت عمر بن خطاب کے نکاح میں تھیں۔ (کتاب المعارف ص ۷۰ مطبوعہ مصر)

۱۰۔ امام طبری اپنی مشہور تاریخ میں لکھتے ہیں کہ "حضرت عمرؓ نے ام کلثوم بنت علیؓ سے نکاح کیا۔ ان کی والدہ حضرت فاطمہ بنت رسول تھیں ان کا مہر جیسا کہ بیان کیا گیا ہے چالیس ہزار درہم باندھا گیا انکے ہاں اُمِّ کلثوم سے زید اور رقیہ دو بچے پیدا ہوئے۔

("تاریخ الامم والملوک جلد ۵ ص ۱۶ مطبوعہ مصر)

مندرجہ بالا حوالہ جات کتب اہل سنت والجماعت سے نقل کئے گئے ہیں اب میں وہ حوالے پیش کرتا ہوں جو صرف مذہب شیعہ کی معتبر کتابوں سے ماخوذ ہیں تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ نکاح بلا امتیاز فرقہ تاریخ سے بالاتفاق مسلّمہ ہے۔

حضرت فاروق اعظمؓ کا نکاح حضرت اُمِ کلثومؓ سے

بحوالہ کتب معتبر حضرات شیعہ

۱۔ ملا محمد بن یعقوب الکلینی فروع کافی میں جو شیعوں کی اوّل درجہ کی کتاب حدیث ہے میں روایت کرتے ہیں کہ۔

"حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس عورت کے متعلق جس کا خاوند فوت ہو جائے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ وہ اپنی عدّت کہاں گذارے۔ اپنے ہی گھر میں یا جہاں چاہے۔ امام نے فرمایا جب عمر فوت ہوئے تو حضرت علی اُمِّ کلثوم کے پاس آئے تھے اور اسے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے تھے۔ (فروع کافی جلد ۲ ص ۳۱۱)

۲۔ ملا ابو جعفر محمد بن حسن طوسی شیعہ محدثین کے نہایت بلند پایہ فاضل فروع کافی کی اس روایت کو تہذیب الاحکام کتاب الطلاق باب عدۃ النساء جلد ۲ ص ۲۳ مطبوعہ ایران اور استبصار فیما اختلف من الاخبار جلد ۳ ص ۳۵۲ مطبوعہ نجف اشرف جلد ۲ ص ۱۸۵ مطبوعہ لکھنؤ میں بھی دو دو علیحدہ سندوں سے روایت کرتے ہیں۔

۳۔ فخر المجتہدین شہید ثانی زین الدین بن احمد عاملی "شرائع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام" کی شرح میں متن کی اس عبارت یجوز نکاح الحرۃ العبد والعربیۃ العجمی والہاشمیۃ غیر الہاشمی وبالعکس کے تحت لکھتے ہیں۔

حضورؐ نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کیا اور ایک بیٹی کا ابوالعاص سے حالانکہ دونوں بنی ہاشم میں سے نہ تھے۔ اسی طرح حضرت علی نے

اپنی بیٹی اُمِ کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے کیا اور حضرت عثمان کے پوتے عبداللہ کا نکاح امام حسین کی بیٹی فاطمہ سے ہوا اور فاطمہ کی بہن سکینہ سے مصعب بن زبیر نے نکاح کیا اور یہ سب مرد بنی ہاشم میں سے نہ تھے۔

(مسالک الافہام - کتاب النکاح جلد ۱)

۴۔ شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی حضرت امام باقرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا۔

"ام کلثوم بنت علی اور ان کے بیٹے زید بن عمر کی وفات ایک ہی ساعت میں واقع ہوئی کہ یہ پتہ نہ چل سکا کہ پہلے فوت کون ہوا۔ پس ان میں سے کوئی دوسرے کا وارث نہیں ہوا اور دونوں پر نماز جنازہ اکٹھی پڑھی گئی۔

(تہذیب الاحکام جلد ۲ کتاب المیراث ص ۳۸۰)

۵۔ شیعہ شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری آنحضرتؐ اور حضرت علی کے امور متشابہت شمار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "اگر نبی دختر بعثمان داد ولی دختر بعمر فرستاد"، یعنی اگر نبی نے بیٹی حضرت عثمانؓ کو دی تو ولی نے بیٹی حضرت عمر کے نکاح میں دے دی۔ (مجالس المومنین جلد ۱ ص ۲۰۴)

۶۔ علامہ ابن شہر آشوب مازندرانی لکھتے ہیں حضرت فاطمہ کی اولاد یہ تھی۔ الحسن والحسین والمحسن سقط، زینب کبریٰ اور اُم کلثوم کبریٰ جن سے حضرت عمر نے نکاح کیا تھا۔ (مناقب آل ابی طالب جلد ۳ ص ۱۶۲) علامہ ابن شہر آشوب نے جلد ۷ ص ۱۴۴ پر بھی اس نکاح کا تذکرہ کیا ہے۔

۷۔ اہل تشیع کے بڑے مجتہد مرتضیٰ علم الہدیٰ تحریر کرتے ہیں "یہ کوئی امر ممنوع نہ تھا کہ حضرت علی اپنی بیٹی حضرت کے نکاح میں دے دیں۔ کیونکہ عمر بظاہر اسلام کے قائل اور شریعت پر عامل تھے۔ (کتاب الشافی ص ۲۱۶)

۸۔ شیخ عباس قمی حضرت علی کی اولاد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اُمّ کلثوم کے حضرت عمر کے نکاح میں آنے کی حکایت کتابوں میں مسطور ہے۔
(منتہی الآمال جلد ۱ صہ ۱۳۵)

۹۔ علامہ محمد ہاشم خراسانی مشہدی تحریر کرتے ہیں کہ "ام کلثوم بنت فاطمہ اس مخدرہ کا اصلی نام رقیہ کبریٰ تھا۔ جیسا کہ عمدۃ المطالب میں مذکور ہے۔ وہ بہت جلالت شان رکھتی تھیں اور حضرت عمرؓ کی بیوی تھیں۔" (منتخب التواریخ صہ ۹۴)

۱۰۔ شیعہ کے خاتم المحدثین ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں "ایسی احادیث وارد ہونے کے بعد اور جو روایات بالاسناد آگے آرہی ہیں کہ جب عمر فوت ہوئے تو حضرت علی ام کلثوم کے پاس آئے اور انہیں اپنے گھر لے گئے اور اسی طرح کی اور روایات جنہیں میں نے بحار الانوار میں درج کیا ہے اس نکاح کا انکار ایک امر عجیب ہے اور اصل جواب یہی ہے کہ یہ نکاح تقیہ اور حالت اضطرار میں ہوا اور ایسا ہونا کوئی امر مستبعد نہیں۔ (مراۃ العقول فی شرح فروع الکافی جلد ۳ صہ ۴۴۹)

عائشہ بیٹی۔ میں نے شیعہ و سنی دونوں کتب سے اس نکاح کے اثبات درج کر دیئے ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ علماء شیعہ کا یہ نظریہ کہ حضرت حیدر کرارؓ نے اپنی لخت جگر اُمّ کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول اللہ جبر و اضطرار کی صورت میں حضرت عمرؓ کے نکاح میں دی تھی بہت کمزور اور بلا دلیل ہے۔ یہ بات حضرات اہلبیت کے شایان شان نہیں۔ کلینی شیعہ نے فروع کافی میں اس نکاح کا ایک باب باندھا ہے اور اس میں حضرت امام جعفر صادق سے یہ روایت نقل کی ہے۔ "ان ذالک فرج غصبناہ" یہ پہلی عزت ہے جو ہم سے غصب کی گئی۔" حالانکہ بقول شیعہ اصول کافی کے اس آسمانی وصیت نامہ میں بھی جو آئمہ اہل بیت کے لئے دستور العمل تھا اس نکاح کا ارشاد موجود ہے اس کی روایت امام موسیٰ کاظم

سے ہے۔ اس کی رُو سے آنحضرتؐ نے حضرت علی سے بامر جبرئیل یہ عہد بھی لیا تھا کہ خواہ ان کی عزت لٹ جائے وہ اس ہتک پر بھی صبر کریں گے جس پر علی نے کہا تھا "میں نے اسے قبول کیا اور راضی رہا اگرچہ عزت جاتی رہے۔ خدا اور رسول کے طریقے معطل ہو جائیں کتاب (قرآن) کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور کعبہ گرا دیا جائے۔" (اُصول کافی ص ۱۷۳)

اب اس انتہاک حرمت اور عزت جاتے رہنے کی تشریح علمائے شیعہ نے یوں کی ہے "اس سے میری بیٹی کا غصب مراد ہے۔ جسے جبر و ظلم سے لے جائیں گے یہ اشارہ ہے حضرت فاطمہ کی بیٹی ام کلثوم کے غصب کی طرف۔"

(الصافی جلد ۳ ص ۲۸۱ ملا خلیل قزوینی)

بعض شیعوں نے اس نکاح کی تکذیب پر کھسیلتے ہو کر یہ قصہ واہی وضع کیا ہے کہ حضرت علی نے ایک جنیہ کو اُمّ کلثوم کی شکل میں منتقل کر کے عمر کے پاس بھیج دیا یہ جنیہ اہل نجران کی یہودیہ تھی جس کا نام سحیقہ بنت جویریہ تھا بعد وفات عمر حضرت علی نے اُمّ کلثوم کو ظاہر کیا۔ (خرائج الجرائح ص ۱۳۶)

بہرحال ہمارے نزدیک ان رکیک تاویلوں کا کوئی وزن نہیں ہے ہم ہر اس بات کو جو اہل بیت کرام کی شان کے لائق نہ ہو غلط اور افترا سمجھتے ہیں میرا مقصد ان اقوال کو نقل کرنے سے محض یہ ہے کہ حضرت اُمّ کلثوم بنت علی کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آنا ایک ایسا امر مسلّمہ ہے کہ شدید ترین مخالفت کے باوجود بھی اس سے انکار نہیں ہو سکتا گو اسلامی گروہ میں سے اس نکاح کے مخالفین نے جبر و غصب، اکراہ و اضطرار کی تاویلات وضع کی ہیں لیکن باوجودیکہ یہ تاویلات ناقابل قبول ہیں اور حضرت علیؓ کی شان کے لائق نہیں لیکن ان کے ضمن میں اس نکاح کا ایک ایسا اقرار بھی سامنے آ رہا ہے جس کا

انکار کسی صورت میں ممکن نہیں تھا پس یہ نکاح تو اتر معنوی سے منقول اور فریقین کی کتابوں میں مسلم و موجود ہے۔

اب آخر میں تمہارے ان شبہات اور وساوس کا ازالہ کیا جاتا ہے جو تم نے اپنے خط میں ظاہر کئے۔

پہلا اعتراض:۔ تمہارا یہ اعتراض کہ حضرت اُمّ کلثومؓ کمسن تھیں اور حضرت عمرؓ کافی عمر رسیدہ تھے اس لئے یہ نکاح بے جوڑ ہوا بلکہ امر مستبعد معلوم ہوتا ہے

جواب:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمروں میں کافی فرق تھا حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے بھی عمر میں چھوٹی تھیں اور بہت صغیر سنی میں آنحضرتؐ کے نکاح میں آئی تھیں اگر اس نکاح میں کوئی قباحت نہیں ہے تو حضرت اُمّ کلثومؓ کا حضرت فاروق اعظمؓ کے نکاح میں آنا یہ کونسا امر مستبعد ہے۔ عربی تمدن میں خاوند اور بیوی کا قریب العمر ہونا ضروری نہ تھا۔

دوم یہ کہ میری تحقیق کے مطابق حضرت علی مرتضیٰ کی صاحبزادی جو اس وقت صغیرہ تھیں اور پانچ سال کے قریب تھیں وہ اُم کلثوم تھیں جو حضرت فاطمہؓ کے بطن سے نہ تھیں اور کسی اور بیوی سے تھیں یہ اُمّ کلثوم صغریٰ کہلواتی تھیں۔ اُمّ کلثوم کبریٰ جو سیّدہ فاطمہؓ کی صاحبزادی تھیں وہ ہرگز صغیرہ نہ تھی اور حضرت فاروق اعظمؓ کے نکاح میں وہی تھیں ان پر اگر کہیں صغیر سنی کا اطلاق ہے تو فی نفسہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے نہیں محض مقابلتہً چھوٹا ہونے کی وجہ سے ہے

سوم یہ کہ حضرت اُم کلثومؓ حضرت فاطمہؓ کی چوتھی اولاد تھیں اور حضرت زینب سے چھوٹی تھیں۔ حضرت امام حسینؓ اور حضرت اُمّ کلثوم کے مابین صرف ایک بیٹی حضرت زینبؓ ہیں شیعہ عالم شیخ طوسی کے بیان کے مطابق حضرت امام حسینؓ

ہجرت کے تیسرے سال ربیع الاوّل کے آخر میں پیدا ہوئے۔ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں فاصلہ بہت کم تھا۔ امام حسنؓ اور امام حسینؓ کی عمروں میں فرق ایک سال سے بھی کم تھا۔ قرین قیاس ہے کہ حضرت اُمّ کلثوم پانچ یا چھ ہجری کے قریب پیدا ہوئیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کے نکاح میں یہ کس وقت آئیں۔ حافظ ابن حبان اس واقعہ نکاح کو ۱۷ھ میں بیان کرتے ہیں۔ اس حساب سے حضرت اُمّ کلثومؓ کا یہ نکاح بارہ سال کی عمر میں ہوا۔ اور عربی آب و ہوا کے مطابق یہ عمر قابل شادی ہے اہل التشیع نے مقدمہ فدک میں حضرت اُمّ کلثوم کو گواہ کے طور پر بھی پیش کیا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ صغیر سنی کا عذر محض اس حد تک ہی معقول ہوگا کہ حضرت عمر کے مقابلے میں ان کی عمر چھوٹی تھی نہ کہ نا قابل شادی تھیں۔

دوسرا اعتراض:۔ جو تم نے کہا کہ حضرت اُمّ کلثومؓ حضرت عمر کی پروردہ بھی تھیں تو یہ رشتہ سوتیلا تھا اور اسلامی شریعت میں یہ نکاح جائز ہے۔ اور جن بیہودہ روایات کا ذکر تم نے کیا ہے وہ تمام کی تمام موضوع قرار پاتی ہیں کہ ان میں نابالغ اُمّ کلثوم کا ذکر ہے جبکہ میری تحقیق کے مطابق زوجہ عمرؓ حضرت اُمّ کلثومؓ بالغہ تھیں۔ پس جب یہ روایات ہی جھوٹی ہیں تو پھر خلفائے راشدین کی شان میں تنقیص کیوں تسلیم کی جائے۔

علیٰ ھٰذا القیاس میں نے اجمالی طور پر تمہارے شکوک کو رفع کرنے کی کوشش کی تاکہ تم جس غلط فہمی کی شکار ہو گئی ہو اس کی اصلاح کر سکو اور تمہارے قلبی شبہات کا ازالہ ہو۔ امید ہے کہ تم مندرجہ بالا معروضات کی روشنی میں اپنی حتمی رائے قائم کرو گی۔ اور دشمنان دین کے مقابل اپنے مسلک کی حفاظت باحسن کر سکو گی۔ والسلام والدعا

تمہارا خیر اندیش
عبدالرحمٰن عفی عنہ

دشوار گذار اور سخت تکلیف دہ راستے طے کرنے کے بعد جب کوئی امن و سکون کی جگہ پاتا ہے تو وہاں دلکشی کے ساتھ ساتھ فتح مندی کے جذبات بھی محسوس ہونے لگ جاتے ہیں۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب کا یہ مکتوب عائشہ کے لئے ایک سہارا تھا ویسا جس طرح ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے اُسے اپنے رہنما مولوی عبدالرحمٰن صاحب کی صلاحیتوں اور قابلیت پہ بھروسہ تھا چنانچہ اس خط کا اس نے بڑے اشتیاق اور بے تابی سے مطالعہ کیا اس کو اس اعتراض کا حل فرقہ واریت سے بالاتر درکار تھا۔ کیونکہ شیعہ و سُنّی مباحثات درپیش حالات میں یکساں طور پہ غیر کارآمد تھے۔ ایک عیسائی اور غیر مسلم معترض کی زبان بندی کرنے کیلئے شیعہ و سنّی کتب کے مندرجات کافی نہ سمجھے بلکہ یہ اعتراف تو اور بھی اعتراض کو تقویت پہنچا رہا ہے کہ کل ملّت اسلامیہ کا اتفاق ثابت کرتا ہے کہ یہ نکاح ضرور ہوا کوئی بھی غیر مذہب والا محض اس خوش اعتقادی کو قبول کرنے پہ تیار نہ ہوگا کہ فلاں روایت فلاں بزرگ کی شان کے خلاف ہے۔ جبکہ معترض بجائے خود اس شاندار شخصیت کی شان ہی کا قائل نہیں ہے۔ عائشہ یہ خط عالیہ کو پڑھاتی ہے تاکہ اس کا تبصرہ بھی سن سکے۔

عائشہ:۔ عالیہ ہمارے مولانا صاحب نے یہ گرامی نامہ ارسال کیا ہے۔ اس کو پڑھ کر تم اپنے خیالات کا اظہار کرو۔ کیونکہ زیادہ تر اس میں تمہارے مذہب پر ہی زور صرف ہوا ہے۔ اصل معاملہ ابھی تک لاینحل ہے۔ ایلزبتھ کی نگاہوں میں شیعہ و سُنّی سب مسلمان ہیں روایات شیعہ کی ہوں یا سُنیوں کی عیسائیوں کو اس سے کیا واسطہ؟

عالیہ:۔ مجھے تمہاری بات سے اتفاق ہے۔ میں اس خط کا بغور

مطالعہ کرنے کے بعد اپنی رائے پیش کر سکتی ہوں۔

عالیہ نے پوری توجہ سے مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے ارسال کردہ خط کو پڑھا اور اس کے مندرجات کا جائزہ پورے جذبہ تحقیق کو بروئے کار لاتے ہوئے لیا۔ عالیہ نے اس خط کی ابتدائی عبارت ہی سے اندازہ قائم کر لیا کہ اس افسانوی نکاح کو مشہور کرنے کا واحد مقصد یہی تھا کہ شیعوں کے عقائد کے خلاف حضرت عمر کو اہل بیتؑ کا حقیقی دوست و رشتہ دار ثابت کیا جائے یہ افسانہ تراشتے وقت یہ بات قطعاً ذہن میں نہ رہی کہ یہ مفروضہ آئندہ نسلوں کے لئے بے چینی پیدا کر دے گا۔ اور تعلیمات اسلامیہ پر بدنما داغ بن جائے گا۔ لیکن اُس وقت وضاعین کو صرف فضائل عمریہ کی نشر و اشاعت سے سروکار تھا۔ دین کی پرواہ نہ تھی چنانچہ شیعہ دشمنی اور اصحاب نوازی کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ من گھڑت واقعہ بھی مشہور کر دیا گیا۔ حالانکہ صحیح کتب میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ تاہم مولوی صاحب موصوف نے جن روایات اہل سنتہ کو دلائل قرار دیا ان پر عالیہ کی جرح یوں مرتب ہوئی۔

دلائل از کتب اہل سنتہ کی تردید سُنی علماء کی زبانی

مولوی صاحب نے حافظ ذہبی کے قول پر جو پہلی دلیل پیش کی ہے وہ خلاف واقعہ ہے۔ اس کی شرعی حیثیت تقرر مہر کی بناء پر مردود قرار پاتی ہے جیسا کہ گذشتہ بیان میں عرض کیا ہے۔ پھر زید اور رقیہ کی پیدائش بھی تاریخی اعتبار سے صحیح ثابت نہیں ہوتی ہے۔

زید و رقیہ کی پیدائش

یہ بات قابل غور ہے کہ مبینہ نکاح سنہ ۱۸ھ میں ہوا۔ روایات کی کثیر تعداد سے دلہن کی عمر چھ ۶ یا سات برس سے زائد ثابت نہیں ہوتی ہے۔ حضرت عمر کی وفات سنہ ۲۳ھ میں ہوتی ہے جبکہ

اِس بیوی کی عمر گیارہ سال تک ہوتی ہے اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ سنہ ۲۳ھ یعنی دولہا کی موت کے وقت یہ دو بچے اُمّ کلثوم کے سن بلوغ کے دو سال بعد پیدا ہوئے تو یقیناً رقیہ بنت عمر بن خطاب کی عمر اپنے باپ کی وفات کے وقت ایک یا ڈیڑھ سال ہوگی لیکن معتبر مورخ اہل سنت ابن قتیبہ اپنی کتاب "المعارف" میں لکھتے ہیں کہ اُمّ کلثوم کے بطن سے عمر کی بیٹی کا نام رقیہ ہے اور یہ وہی ہے جس کی شادی عمر نے ابراہیم بن نعیم النحام سے کرا دی تھی اور وہ اُن ہی کے پاس فوت ہوئیں ۔ (المعارف ص۸ مطبوعہ مصر)
اَب بتلائیے جو بیٹی ابھی ایک سال یا ڈیڑھ سال کی تھی کس طرح اس کے باپ نے اس کا نکاح ابراہیم النحام سے کر دیا۔ مگر جھوٹ کے پیر کہاں ہوتے ہیں آگے پیچھے دیکھے بغیر افسانہ تراشی میں مہارت دکھا دی۔ مزیدار بات یہ ہے کہ اسی کتاب اور اسی امام کے حوالہ سے مولوی صاحب نے اپنی دلیل ۹ قائم فرمائی ہے یعنی موصوف کے نزدیک مورخ و کتاب دونوں قابل قبول ہیں۔

چادروں کی تقسیم والی روایات

پوری بخاری میں اس روایت کے علاوہ ام کلثوم کا ذکر موجود نہیں ہے پھر یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ روایت کی کونسی عبارت ہے جو اُمّ کلثوم کو زوجہ عمر ظاہر کرتی ہے۔ مولوی صاحب نے ترجمہ نقل کرتے ہوئے یہ خیانت کر دی ہے کہ اُمّ کلثوم کے بعد "بنت علی" کا اضافہ کر دیا ہے جبکہ اصل روایات میں صرف اُمّ کلثوم ہے ولدیت بیان نہیں ہوئی یہ مولوی صاحب کی ذاتی عبارت ہے جو مذموم ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس نکاح کے بارے میں لفظ "عندک" سے یہ مفہوم اخذ کرتے ہیں کہ اس سے مراد زوجیت ہوگی۔ لیکن اگر ہم "عندک" کو لغت کے معنی سے دیکھیں تو صرف "نزدیک"، "پاس"، "قریب" ہوں گے۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ ان ہی معنوں

میں مستعمل ہوا ہے پس اگر اس روایت کو صحیح سمجھ لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ مطلب ہوگا کہ وہ اُمِّ کلثوم جو حضرت عمر کے پاس تھیں ان کے لئے چادر کی سفارش کی گئی۔ اب لفظ پاس یا نزدیک سے زوجیت مراد لینا کہاں تک درست ہے یہ صاحبانِ علم خود فیصلہ فرما سکتے ہیں۔ اگر عند کے معنی زوجیت کے ہوتے ہیں تو پھر اسی روایت میں موجود اس جملے کا ترجمہ کیا ہوگا۔ فقال لہ بعض من عندہٗ"، یعنی وہ لوگ جو عمر کے پاس تھے ان میں سے کسی نے کہا تو اگر عند کے معنی زوجیت کے ہیں تو وہ سب حاضرین اس لحاظ سے عمر کی زوجیت میں داخل ہو گئے۔

روایت میں موجود ہے کہ مدینہ کی عورتوں میں حضرت عمر نے چادریں تقسیم کیں تو یہ عورتیں حضرت عمر کے پاس تھیں کیا محض پاس ہونے کے باعث وہ سب ازواج قرار پا جائیں گی۔ ہرگز نہیں تو پھر اُمِّ کلثوم میں کیا خصوصیت ملی جو زوجہ سمجھ لی گئی اگر کہنے والا مقصد زوجیت کا اظہار ہی کرنا چاہتا تھا تو پھر وہ عرب ہی ہوگا۔ اس نے عام و مروّجہ الفاظ چھوڑ کر اس بے محل لفظ کا استعمال کیوں کیا وہ تحتک، زوجتک، امراتک وغیرہ کچھ بھی کہہ سکتا تھا۔ "عند" کا لفظ قرآن مجید میں بہت استعمال ہوا ہے مگر کسی بھی جگہ اس کے معنی زوجہ یا بی بی نہیں ہو پائے اور نہ ہی کسی تفسیر میں ایسی کوئی مثال ملتی ہے۔

قابل غور امر یہ ہے کہ اگر ام کلثوم زوجہ عمر تھیں تو ایک شوہر کو خود اپنی بیوی کی ضروریات کا خیال ہوتا ہے۔ مجمع عام میں ایک نامحرم کو خلیفہ صاحب کی زوجہ کی ضرورت کا احساس کیوں ہو گیا۔

روایت کو رد کرنے کے لئے یہ عذر ہی کافی ہے کہ اس سفارشی کا نام آج تک ظاہر نہ ہو سکا۔ لہٰذا اس کی ثقاہت ہی نامعلوم ٹھہری اس روایت کا راوی ثعلبہ ابن مالک ہے۔ واقعہ بھری مجلس کا ہے لیکن اور کوئی شخص اس روایت کو بیان نہیں کرتا ہے راوی ثعلبہ جو یہ کہتا ہے کہ مجمع میں موجود کسی نے سفارش کی پھر خود

ہی کہتا ہے کہ "یعنی ان لوگوں کی مراد اس سے اُمّ کلثوم تھی"۔ یعنی "یریدون اُمّ کلثوم"۔ اب غور کریں کہنے والا اکیلا تھا اب لوگ کہاں سے سفارشی بن گئے۔ واحد یکدم جمع کس طرح بن گئے۔

بخاری نے اس روایت کو نقل تو کر لیا جس کے اصل راوی کا پتہ معلوم نہیں اور انھوں نے ثعلبہ ہی کے اعتماد پر اس کو درج کر لیا۔ لیکن جب علم رجال میں اس روایت کی پڑتال ہوتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نام کا کوئی آدمی ہی نہ تھا چنانچہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ہر طرح کے راویوں کے حالات لکھے ہیں مگر ثعلبہ کا کہیں نام پتہ نہیں ملتا ہے۔

پس یہ ایسی روایت ہے جس کے راوی کا نام و نشان بھی معلوم نہ ہو سکا۔ اگر اس روایت کو صحیح بھی سمجھ لیا جائے تو بھی اس سے اُمّ کلثوم کا بیوی عمر ہونا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا ہے پس ماننا پڑتا ہے کہ یہ داستان سرتاپا دروغ گوئی پر مبنی ہے اور جھوٹے لوگ ہی اس جھوٹ کا پروپیگنڈہ کر کے اسلام اور اس کے بزرگوں کی تذلیل و انتہاک کرتے ہیں جبکہ حق بیں نگاہیں یہ واقعہ سُنکر جھک جاتی ہیں۔

نمازِ جنازہ والی روایات سُنن نسائی کی جو روایت خط میں نقل کی گئی ہے۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے اس میں معنوی تحریف کر کے ترجمہ لکھ بھیجا ہے حالانکہ اس روایات میں یوں ہے کہ "نافع سے سُنا وہ زعم کرتے تھے۔ لفظ زعم" اس پوری روایت کو باطل کر دیتا ہے کیونکہ راوی کو خود اپنے بیان پر شُبہ ہے۔ یہ روایت گمان پر مبنی ہے۔ حدیث کے لئے ضروری ہے کہ جتنی ہو ظنی احادیث سے استدلال نہیں کیا جا سکتا ہے پھر لغوی اعتبار سے دیکھا جائے تو "زعم" کو جھوٹ بولنے کے معنی میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے جیسا کہ لغات کشوری مطبوعہ لکھنؤ ص۲۲ میں مرقوم ہے اس معنی کے لحاظ سے یہ ترجمہ بھی کیا جا سکتا

ہے کہ نافع یہ جھوٹ بولتے تھے کہ ابن عمر نے اُمّ کلثوم و زید کی نماز جنازہ ایک ساتھ پڑھی۔ امام بخاری کا اپنی صحیح میں یہ واقعہ نہ نقل کرنا اس بات کی دلیل ہے وہ اس کو صحیح نہیں سمجھتے تھے لہٰذا تاریخ صغیر میں اس کا ذکر کرنا کسی اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ سنن ابوداؤد سے نقل کردہ روایت میں یہ تصریح موجود نہیں کہ اُمّ کلثوم حضرت علی کی بیٹی تھیں جبکہ حضرت عمر کی اور بیویوں کا نام بھی اُمّ کلثوم تھا[۱]۔ دارقطنی کی روایت ان ہی کی تابع ہے جب اصل کا انحصار "زعم" پر ہے تو نقل مصدق نہیں ہو سکتی ہے۔

مستدرک حاکم کی روایت سے ثابت ہے کہ اُمّ کلثوم کا رشتہ حضرت علیؑ نے اپنے بھتیجے سے منسوب کر رکھا تھا اور حضرت عمر ایک منسوبہ لڑکی کے لئے دباؤ ڈال کر اپنے نکاح میں لینے پر مجبور کر رہے تھے۔ خود مولوی صاحب کے اصول مسلّمہ کی رُو سے یہ اُن دونوں حضرات کی شان کے خلاف بات تھی کہ ایک زبان دیکر رشتہ طے کر لے بعد میں اپنی زبان سے پھر جائے اور دوسرا کسی ہاشمی مرد کے رشتے کو تڑوا کر ایک کمسن لڑکی کو اپنی پیران سالی کی بھینٹ چڑھائے پس ناموس صحابہ کا تحفظ یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس روایت کو ٹھکرا دیا جائے۔ بیہقی کی روایت کا بھی یہی جواب ہے۔

طبقات کی وہ روایت جس میں زید و رقیہ کے جنم لینے کا ذکر ہے۔ وہ ہم تاریخی اعتبار سے کالعدم قرار دے چکے ہیں۔ اور ابن قتیبہ دینوری کی روایت پر بھی بحث گزشتہ صفحات میں کی جا چکی ہے اسی طرح امام طبری کی روایت کا جواب بھی بیان بالا میں دیا جا چکا ہے واضح ہو کہ ابن قتیبہ دینوری نے معارف ہی میں لکھا ہے کہ حضرت علی کی تمام لڑکیوں کی شادی اولاد عقیل و اولاد عباس سے ہوئی تھی سوائے اُمّ الحسن اور فاطمہ کے (صفحہ ۷) اس میں اُمّ کلثوم کا نام نہیں ہے۔

---

[۱] تفصیل آئندہ صفحات پر ملاحظہ کریں۔

گو کہ ہم "سُنی" کتب سے پیش کردہ دلائل کو صرف یہ کہہ کر نظر انداز کر سکتے تھے کہ یہ ہماری روایات نہیں ہیں مگر ہم نے شیعہ و سُنی افتراق سے قطع نظر کرتے ہوئے متحدہ محاذ پر ایک غیر مسلم اعتراض کو رد کرنے کے لئے یہی مناسب سمجھا کہ مسلک شیعہ سے ان روایات کو باطل ثابت کر دیا جائے تاکہ وہ لوگ جو اس نکاح کے قائل ہیں اپنے خیالات کی اصلاح کر لیں اہل سنت علماء کی کثیر تعداد نے اس نکاح کو من گھڑت قرار دیا ہے چنانچہ مولوی محمد النثا اللہ صاحب صدیقی حنفی چشتی بدایونی اپنی کتاب "السر المختوم فی تحقیق عقد اُم کلثوم" میں لکھتے ہیں کہ

"ناظرین یہ سب راوی اوّل کی فضولیات ہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ابتداً ایک مفتری زبیر بن بکار ایسے کذاب اور وضاع حدیث نے حضرت عمر فاروق پر یہ تہمت لگائی ہے اور حضرت علی پر یہ جھوٹ بولا ہے کہ عقد اُم کلثوم بنت علی کا واقعہ اپنے دل سے تراش کر بیان کر دیا"۔

پس یہی ایک صحیح حل اس اعتراض کا ہے کہ اسلامی شریعت بھی محفوظ رہتی ہے اور صحابہ بلکہ راشد خلیفوں کی عزت بھی برقرار رہتی ہے۔

شیعہ روایات کا جواب

عدت گذارنے کا مسئلہ

فروع کافی، استبصار، تہذیب کی جو روایت عدت گذارنے کے مسئلہ میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے نشان کروائی ہے اس کے راوی مجروح و مقدوح اور فاسد العقیدہ ہیں۔

فروع کافی کے راوی حمید بن زیاد اور ابن سماعہ ہیں ان دونوں کا تعلق مذہب واقفی سے ہے جن کو کفر و زندقہ تک مماثلت ہے جیسا کہ "رجال

مامقانی جلد اوّل ص۳۱ پر امام رضا علیہ السلام کی احادیث سے ثابت ہے اسی روایت کا ایک راوی حسن بن محمد بن سماعۃ ہے جو علماء رجال کے نزدیک بالاتفاق واقفی المذہب تھا۔ (رجال کشی ص۲۹۳)

اسی طرح دوسری روایت کا راوی ہشام بن سالم ہے جو فاسد العقیدہ تھا اور اللہ کی صورت مانتا تھا۔ (رجال کشی ص۱۸۴)

یہ روایت سلیمان بن خالد سے بھی مروی ہے جو زیدیہ فرقہ سے تھا۔ تنقیح المقال جلد ۲ ص۵ پر ہے۔ نجاشی اور شیخ طوسی نے اسے ثقہ تسلیم نہیں کیا۔ ابن داؤد نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور مقیاس الدرایہ ص۸۲ پر ہے کہ زیدی، واقفی، ناصبی ایک ہی منزلت پر ہیں۔

مسالک الافہام کی روایت مسالک الافہام کتب معتبرہ میں شمار نہیں ہوتی اس میں شارح کی اپنی رائے کا ذکر ہے۔ جو حجّت قرار نہیں پا سکتا ہے۔ حالانکہ اس کے خلاف کثرت سے شواہد موجود ہیں۔

زید و امّ کلثوم کا بیک وقت فوت ہونا اس روایت کا راوی سعید بن سالم قداح ہے جو مجہول الحال ہے۔ (دیکھئے رجال مامقانی جلد ۱ ص۶۵)

شہید ثالث کا بیان قاضی نور اللہ شوستری نے یہ بیان اس نکاح کی تردید میں دیا ہے۔ اور "اگر" سے مفروضہ قائم کیا ہے کہ بالفرضِ محال اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ یہ نکاح ہوا تو بھی احتمال خطا کی گنجائش نہیں ہے کہ حضرت عمر کلمہ گو تو تھے۔

علامہ شہر آشوب کی رائے علامہ شہر آشوب نے مناقب میں شیعہ و سنی دونوں طرح کی روایات نقل کی ہیں۔ یہ کتاب ذاتی عقیدے سے بالاتر ہو کر نقل برائے نقل پر مبنی ہے۔ "مجمع الفضائل" کے نام سے اس کا اردو ترجمہ سرکار ادیب اعظم سید ظفر حسن صاحب قبلہ نے شائع فرمایا ہے جو

عام دستیاب ہے۔ اس کتاب کی جلد ۲ صـ ۲۴۲ پر یہ ذکر موجود ہے اور اس کے بعد یہ تحریر کیا گیا ہے کہ "علامہ ابن شہر آشوب نے یہ رائے صاحب شافی اور صاحب الانوار کی لکھی ہے۔ نہ کہ اپنا عقیدہ۔ شیعوں نے اس تزویج کو کسی وقت بھی تسلیم نہیں کیا اس غلط روایت کی تردید میں متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں اس کے بعد والی روایت نقل کرنے کے بعد تحریر ہے کہ "یہ سب معاویہ شاہی ٹکسال کے کھوٹے سکے ہیں۔ ایسی روایات نہ عقلاً صحیح ہیں نہ نقلاً" صـ ۱۴۹

سرکار علم الہدیٰ کی تحریر جناب علامہ مرتضیٰ علم الہدیٰ نے محض اس قسم کے نکاح کی صورت کو جائز قرار دینا فرض کیا ہے نہ کہ حضرت عمر اور حضرت اُمّ کلثوم بنت علی و فاطمہ کے عقد کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

شیخ قمی کا اظہار علامہ شیخ عباس قمیؒ نے صرف اس قصّے کا کتابوں میں لکھا ہونا بیان کیا ہے نہ کہ تائید کا اظہار۔

منتخب التواریخ یہ کتاب مناظرانہ ہے نہ محققانہ بلکہ ہر طرح کی تاریخی روایات کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا حجت قرار نہیں پا سکتی۔

علامہ مجلسی کا موقف علامہ مجلسی کی اپنی ذاتی رائے ہے جس کی اساس روایات مذکورہ پر ہے جو کہ صحیح السند ثابت نہیں ہوتی ہیں ایسی ضعیف روایات کی بنیاد پر موافقانہ موقف اختیار کرنا محض خطا سے بھری متصور ہوگا۔ حالانکہ ملت شیعہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ نکاح محض افسانہ ہے۔

ہم نے شیعہ و سنّی دونوں منقولہ روایات کو علم الرجال کی روشنی میں ناقابل قبول ثابت کر دیا ہے۔ مولوی صاحب کا یہ ارشاد ہمارے نزدیک قطعاً مہمل ہے ہم جبراً اضطرار کی صورت میں یہ نکاح تسلیم کرتے ہیں حالانکہ ہماری

تحقیق کے مطابق اس نکاح کا انعقاد ہی ثابت نہیں ہے اور کلینی کی کافی میں مندرجہ روایت کی عبارت "ان ذالک فرج غصباہ" قول امام نہیں ہو سکتا ہے۔ شان امامت ایسے بیہودہ کلام سے بالاتر ہے۔ یہ روایت ہشام بن سالم جوالیقی سے بیان ہوئی ہے جس کا عقیدہ توحید بھی درست نہ تھا امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ "ہشام بن سالم کا عقیدہ اختیار نہ کرو۔ اس فاسد العقیدہ راوی کے حالات ملاحظہ فرمائیں رجال کشی صـ۱۸۳ پر۔ اس روایت کا ایک راوی حماد بن یزید بھی ہے۔ علامہ حلی نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ "عامی" یعنی غیر شیعہ تھا۔ دیکھئے خلاصۃ الاقوال صـ۲۱۹ نیز اس روایت کی سند بعض نے زبیر بن بکار تک پہنچائی ہے جو کٹر ناصبی اور دشمن اہل بیت تھا۔ اب جس روایت کے راوی اس طرح کے افراد ہوں اس کا کیا مقام ہو سکتا ہے۔

اسی طرح علامہ خلیل قزوینی نے "الصافی" میں جو تشریح کی ہے اس کا مدار بھی زبیر بن بکار کی روایت پر ہے۔ زبیر بن بکار شیعوں کے نزدیک تو قطعاً ناصبی ہے مگر اہل سنت علماء نے بھی اسے وضاع، ناقابل اعتبار اور مردود قرار دیا ہے۔ ملاحظہ کریں۔ (میزان الاعتدال جلد ۱ صـ۳۴)

مولوی صاحب نے جو قصہ سحیقہ بنت حمزہ جبنیہ کا تحریر کیا ہے وہ عقلاً لغو ہے ہمارے علماء نے اس کی صحت سے انکار کیا ہے۔ آیت اللہ آقا سید جعفر بحر العلوم نجفی نے کتاب تحفۃ العالم شرح خطبۃ المعالم جلد ۱ صـ۲۴ میں اس روایت کو من گھڑت قرار دیا ہے اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک روایت میں تحریف ٹھہرایا ہے۔ وہ روایت اس طرح ہے

معصوم کا انکار "عمر بن اذینہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ لوگ ہم پر حجت کرتے ہیں امیر المومنین نے فلاں کو لڑکی بیاہ

دی۔ امام ٹیک لگائے تشریف فرما تھے جوش غیرت میں اُٹھ بیٹھے اور فرمایا جو لوگ ایسا گمان کرتے ہیں وہ راہ راست کی طرف ہدایت پانے والے نہیں ہیں سبحان اللہ۔ ! کیا امیر المومنین اس بات پہ قادر نہ تھے وہ اپنی لڑکی کو ان سے چھڑا سکتے اور ان کے اور اس کے درمیان حائل ہوتے۔ انھوں نے محض گمان کر کے جھوٹ باندھا ہے۔ (ناسخ التواریخ جلد ۳ ص ۴)

الغرض ہمارے مسلک کے مطابق اس نکاح کا وقوع ہی ثابت نہیں ہے اس لئے اس ضمن میں کسی تاویل من گھڑت کو ہم کوئی اہمیت نہیں دیتے ہیں۔

ابو محمد فضل بن شاذان کی تردید

جناب ابو محمد فضل بن شاذان بن خلیل نیشاپوری ہمارے جلیل القدر فقہا و ثقہ متکلمین میں سے ہیں آپ امام رضا، امام محمد تقی، امام علی نقی، اور امام حسن عسکری علیہم السلام کے معتمد صحابی تھے۔ آپ کو اہل سنت نے بھی معتمد علیہ تسلیم کیا ہے آپ اس افسانوی نکاح کی شدت سے تردید فرماتے ہیں کہ

"لوگوں نے غلط طور پر یہ وہم کر لیا ہے کہ عمر نے اُمّ کلثوم الکبریٰ بنت امیر المومنین کا رشتہ طلب کیا بلکہ انھوں نے تو اُمّ کلثوم بنت جرولی خزاعیہ سے نکاح کیا تھا۔" (تاریخ قم حسن بن محمد بن حسن نیشاپوری قمی معاصر شیخ صدوق ص ۱۹۲ مطبوعہ تہران)

شیخ مفید کا تبصرہ

سرکار علامہ شیخ مفید کا علمی تبحر، زہد و تقویٰ علمائے اہل سنت نے بھی تسلیم کیا ہے آپ نے بھی اس فرضی نکاح کی شدید تردید فرمائی ہے اور تحریر کیا ہے کہ۔

"یہ روایت جو وارد ہوئی ہے کہ جناب امیر المومنینؑ نے اپنی لڑکی کی شادی حضرت عمر سے کر دی۔ بالکل ثابت نہیں ہے چونکہ اس کا راوی زبیر بن بکار ہے۔

جس کا طریقہ مشہور ہے یہ شخص نقل روایت میں ناقابل اعتماد ہے اور متہم ہے۔ چونکہ یہ حضرت علی علیہ السّلام کا دشمن تھا اور بنو ہاشم پر اپنے دعووں میں بالکل ناقابل اعتماد ہے۔ درحقیقت یہ روایت اس لئے نشر ہو گئی کہ ابو محمد یحییٰ بن حسن صاحب نے اپنی کتاب میں اس کو لکھ دیا۔ لوگوں نے علوی سمجھ کر اس روایت کو صحیح سمجھ لیا۔ حالانکہ اس نے یہ روایت زبیر بن بکار سے لی ہے اور یہ روایت بھی بذات خود مختلف طور پر نقل کی گئی ہے یہ زبیر بن بکار کبھی یہ نقل کرتا ہے کہ امیرالمومنین نے خود اپنی بیٹی کا نکاح کیا۔ کبھی روایت کرتا ہے کہ عباس کو اس عقد کا متولی بنایا کہیں روایت کرتا ہے کہ یہ عقد حضرت عمر کی دھمکیوں پر واقع ہوا کبھی کہتا ہے کہ اختیار و ایثار پر یہ نکاح ہوا۔ پھر بعض نے یہ کہا کہ عمر کا ایک لڑکا بھی پیدا ہوا جس کا نام زید ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ زید بن عمر کی اولاد بھی ہے بعض نے کہا وہ بے اولاد تھا۔ کئی کہتے ہیں یہ اور اس کی ماں دونوں قتل کر دیئے گئے۔ کسی نے کہا ہے کہ ماں بعد میں بھی زندہ رہی کوئی کہتا ہے کہ عمر نے چالیس ہزار حق مہر مقرر کیا۔ کوئی کہتا ہے کہ چار ہزار درہم مہر دیا کسی نے کہا پانچسو درہم دیا اور اس قول کی ابتدا اور اس واقعہ میں اختلاف کی کثرت اصل روایت کے باطل ہونے کی دلیل ہے جس کی کوئی تاثیر نہیں ہو سکتی۔

(المسائل السرویہ ص۱۶۱ المسئلۃ العاشرہ مطبوعہ نجف)

اسی طرح علمائے اہل تشیع کی طرف سے لاتعداد کتب اس نکاح کی تردید میں موجود ہیں پس ایسی پُر تضاد روایات اور مبنی بر دروغ حکایات کی روشنی میں اس نکاح کو درجہ تواتر معنوی بخشنا اور فریقین کا مسلّمہ قرار دینا قطعاً معقول و مقبول نہیں ہو سکتا ہے۔

مولوی صاحب نے حضرت عائشہ کی مثال اس نکاح میں پیش تو کر دی ہے لیکن انھوں نے صرف کم عمری کا رُخ سامنے رکھا ہے جبکہ روایات کے مطابق عائشہ

کی عمر ۹ سال بیان ہوتی ہے اور اُمّ کلثوم کی چار یا پانچ برس۔ پھر مولوی موصوف
نے پر نواسی والے رشتے کو سوتیلا ٹھہرا کر قابل غور نہیں سمجھا ہے حالانکہ معاشرتی
اخلاقی ضابطے اس عذر کو تسلّی بخش قرار نہیں دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ کی
رخصتی مناسب وقت پر ہوتی ہے جبکہ روایت کے مطابق مبیّنہ اُمّ کلثوم قبل
از نکاح ہی دولہا کے گھر میں بڑے میاں کی دست درازی کا شکار ہو جاتی ہے
پر نواسی چاہے سوتیلی ہی سہی ثقافت میں یہ رشتہ ضرور ملحوظ خاطر رکھا جائیگا
اور عام تمدّن کی مروّجہ عادات و رواسم کے برعکس سمجھا جائے گا۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے خط میں اُمّ کلثومؑ بنت علیؑ و فاطمہؑ کی عمر کو
بارہ سال بیان کیا ہے جو تقریباً صحیح ہے مگر بحث بارہ سالہ اُمّ کلثوم بنت علیؑ و
فاطمہؑ کی نہیں ہے۔ بلکہ صغیرہ، نابالغہ، کمسن، صبیّہ اُمّ کلثوم کی ہے جسکی
عمر تمام تر روایات میں چار یا پانچ برس سے زائد بیان نہیں ہوئی ہے پس
از روئے روایات اور بمطابق اقرار مولوی صاحب اُمّ کلثوم زوجہ عمر بن خطاب
کی مبیّنہ عمر یعنی چار یا پانچ سال اور اُمّ کلثومؑ بنت علیؑ کا سن یعنی بارہ سال
از خود اس قضیّے کو پاک کر دیتے ہیں کہ وہ زوجہ جو صبیّہ نابالغہ اور صغیرہ تھی وہ
بنت علیؑ ہرگز نہ تھی بلکہ کوئی اور تھی کیونکہ اگر اس دلہن کی عمر بارہ سال ہوتی تو
کم سے کم ایک آدھ روایت تو اس ذیل میں ملتی جو اُسے بالغہ ثابت کرتی۔ پس
اُمّ کلثوم بنت علی کی عمر گیارہ بارہ سال ہونا اس افسانوی نکاح سے ہرگز مربوط نہیں
ہو سکتا ہے کیونکہ جس لڑکی کا رشتہ ۱۷ھ میں عمر کے ساتھ طے ہوا تھا وہ حد
نابالغی میں محصور رہتی ہے۔ مندرجہ ذیل تمام کتب اہل سنت اس کا واضح ثبوت
دیتی ہیں کہ اس نویلی دلہن کا سن ناقابل شادی تھا۔

(۱) استیعاب جلد ۲ ص۷۷۲ (۲) ذخائر العقبیٰ ص۱۱۷
(۳) سیرۃ عمر ابن جوزی ص۲۰۵ (۴) السمط الثمین ص۲۵۷

(۵) طبقات ابن سعد جلد ۸ صـ ۴۶۳ (۶) نسب قریش زبیری صـ ۳۴۹
(۷) اعلام النساء جلد ۳ صـ ۲۵۶ (۸) ابن عساکر جلد ۷ صـ ۲۵
(۹) اصابہ جلد ۲ صـ ۴۶۹ (۱۰) المہذب موصلی صـ ۴۲ (۱۱) تذکرہ خواص الامۃ صـ ۳۲۱
(۱۲) ہدایۃ السعداء صـ ۲۵۹ (۱۳) صواعق محرقہ صـ ۵۵
(۱۴) براہین قاطعہ صـ ۱۵۹ وغیرہ وغیرہ۔

پس حضرت عمر کو توہین سے بچانے اور ناموس صحابہ کے تحفظ کے لئے واحد ترکیب یہی ہے کہ اس افسانوی نکاح کے انعقاد سے انکار کیا جائے ورنہ بلاوجہ اس عقد نامحمود پر اصرار ایک طرف اسلام کے دو راشد خلیفوں کی تعظیم کو ختم کرے گا تو دوسری طرف اسلام کی تعلیمات کو مکروہ بناتا رہے گا۔ کیونکہ یہ زمانہ محض عقیدت کے پھولوں سے نہیں مہکتا ہے بلکہ اب حقائق کو فطرت عقل و شعور اور ماحول کے ترازو میں تول کر تسلیم کیا جاتا ہے لہٰذا اب فرقہ وارانہ تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے غیر مسلم زبان کو بند کرنے کی خاطر ضروری ہے کہ اس بیہودہ حکایت اور بے حیا روایات کو ٹھکرا دیا جائے۔ جیسا کہ مخلص دانشوران اسلام نے بلا لحاظ سنی و شیعہ اس افسانوی نکاح کو افتراء قرار دیا ہے۔

آشی! مجھے احساس ہے کہ میرے معروضات طویل ہو گئے شاید تم اکتاہٹ محسوس کرنے لگی ہو مگر یہ درد گذر تمہاری پریشانی کا سدباب کرنے کے لئے معاون ثابت ہوگا میری حقیر رائے یہ ہے کہ تم ایلزبتھ کو شیعہ اور سنی دونوں علماء کا تردیدی بیان مطالعہ کرا دو۔ اور اس پر واضح کر دو کہ یہ نکاح محض تراشیدہ قصہ ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ ہی حضرت عمر ایسی چال چلنے والے تھے اور نہ ہی حضرت علی کا کردار اس طرح کا تھا یہ تو محض سیاسی سازش کے تحت افسانہ اختراع کیا گیا جسے کوئی بھی صاحب عقل سلیم مسلمان صحیح نہیں

ہوسکتی اور محض افترا پردازی اور بہتان تراشی بزرگان اسلام کی پاک سیرتوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتیں نیز ایلزبتھ پر یہ بات بھی واضح کردو کہ کسی دیندار کا عمل بد ہرگز دین کے خراب ہونے کی دلیل نہیں ہوتا ورنہ پھر حواری حضرت عیسیٰؑ یہودہ عسکریوتی جس نے جناب مسیح کو گرفتار کروایا اس کی اس بدکرداری کی دلیل پر مذہب عیسائیت کی تردید کی جا سکے گی۔ اگر اس مسئلہ میں تمھیں کوئی مزید اعتراض ہو تو وہ مجھ سے علیحدہ ڈسکس کر لینا۔ فی الحال ایلزبتھ سے جان چھڑاؤ۔ شکریہ۔

عالیہ۔

عائشہ جس کے نزدیک یہ مسئلہ آزمائش و امتحان بن چکا ہے بیتاب ہے کہ اسے ایسا معقول حل مل جائے کہ ایلزبتھ کا لوٹا ہوا رجحان پھر پلٹ آئے وہ جیسے ہی فرصت و فراغت کے لمحات پاتی ہے اسی تحقیق و جستجو میں رہتی ہے۔ ایلزبتھ کا رویہ عائشہ کے ساتھ گو برا نہیں لیکن کم سے کم پہلے سے بدلا ضرور محسوس ہوتا ہے وہ نہ ہی کوئی مذہبی گفتگو کرنے میں دلچسپی کا اظہار کرتی ہے اور نہ ہی اسلامی لٹریچر کا مطالعہ اس ذوق و شوق سے کرتی ہے جو کچھ عرصہ قبل تھا۔ ایلزبتھ کا خیال ہے کہ مسلمانوں کے پاس اس اعتراض کا کوئی عقلی جواب نہیں ہے۔ وہ مطمئن ہے کہ عائشہ اس داغ بدنما کو صاف کرنے میں کسی طرح کامیاب نہ ہوگی کیونکہ وہ اس نکاح کی تائید کر چکی ہے اور عالیہ جس نے اس نکاح کو ڈھونگ قرار دیا ہے اس وقت تک معتبر نہ قرار پائے گی جب تک دونوں مسلمان لڑکیوں میں اتفاق نہ ہو جائے پس ان کا باہمی جھگڑا اور نا اتفاقی اس الجھن کو سلجھانے میں سنگ راہ رہے گی۔

ایلزبتھ کو عائشہ کی سنائی ہوئی وہ بات بھی یاد ہے کہ اس نے مشکوٰۃ شریف سے ایک روایت بیان کی تھی کہ جب حضرت عمر نے حضرت فاطمہ بنت محمدؐ کا رشتہ پیغمبر اسلام سے طلب کیا تھا تو رسولؐ نے جواب دیا تھا کہ یہ ابھی بچی

ہے صغیرہ ہے۔ اب کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ ایک شخص پندرہ سولہ برس بعد اس بچی کا رشتہ مانگتا ہے جس کی ماں کا رشتہ اُسے عذر صغیر سنی کی بناء پر دینے سے انکار کیا گیا اور یہ انکار رسولؐ نے کیا۔ اگر یہ شخص حکم رسولؐ کا پابند یا لحاظ دار نبیؐ ہے تو اس کو یہ خواہش زیب نہ دیتی تھی۔ بلکہ از روئے شریعت اسلامیہ یہ گناہ تھا کیونکہ جس بات سے رسولؐ روکیں اس سے رُکنا واجب ہے۔

ایلزبتھ مطمئن ہے کہ اگر عائشہ نے اس مسئلہ پر گفتگو کی اور اس نکاح کو مستحسن ٹھہرایا تو اسی کی سُنائی ہوئی روایت سے وہ اس کی تکذیب کر سکے گی اور یہ بھی ثابت کر دے گی کہ یہ عمل خلاف سُنّت رسولؐ تھا

عائشہ کو عالیہ نے اپنا تبصرہ دے دیا ہے وہ اس کا مطالعہ کر رہی ہے اور مندرجات اس کے دل میں اترتے، جی کو لگتے اور عقل و نقل پر پورے پڑتے محسوس ہو رہے ہیں اس کو عالیہ کا دیا ہوا یہ مشورہ بالکل معقول لگا ہے کہ اس توہین آمیز نکاح کا انکار کر دینا ہی ہماری شرم سے جھکی ہوئی نگاہوں کو اُٹھانے کا واحد حل ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اُسے یہ بھی کھٹکا ہے کہ میں پہلے اس نکاح کی حمایت میں بیان دے چکی ہوں اب خود ہی اپنی بات سے کس طرح پھر سکتی ہوں اور پھر یہ کہ عالیہ کا تعلق مذہب شیعہ سے ہے اس نے اپنے نظریات کے مطابق اس نکاح کو افواہی ثابت کیا ہے۔ مگر وہ پھر سوچتی ہے کہ عالیہ کا تبصرہ دونوں مذاہب کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہے اور شیعہ سنی دونوں مذاہب کے علماء کی متضاد قولوں سے یہ قصہ من گھڑت ثابت کیا گیا ہے پس میں کوئی ایسی ہستی تو ہوں نہیں جو غلطی کرنے سے محفوظ ہوں میں کیوں نہ اپنی نظریاتی اصلاح کر لوں۔ اور ایلزبتھ کے سامنے سر اُٹھا کر اعلان کر دوں کہ یہ نکاح ہرگز نہیں ہوا ہے۔ یہ ہمارے علماء کی

تحقیق و تصدیق ہے۔

پس عائشہ نے ارادہ کر لیا کہ آج وہ ایلزبتھ کی پیدا شدہ غلط فہمی کو دور کر دے گی۔ وہ برملا کہہ دے گی کہ ایسی خلاف عقل اور دشمن شرافت باتوں سے اسلام کو دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے۔ وہ بلا جھجک اعلان کر دے گی کہ سابق زمانے کے شریر سیاستدانوں کی دماغی ایجادیں ہیں جن کے بل بوتے پر انھوں نے سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کیا۔ ہم ایسے حیا سوز واقعات بلکہ تہمات کی سختی سے تردید کرتے ہیں اور ان سے بیزاری و لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں اس نام نہاد نکاح کا تعلق نہ ہی ہمارے عقائد و ارکان سے ہے اور نہ ہی اصول و فروع سے ان کا کوئی واسطہ ہے یہ عقل کے بھی خلاف ہے اور نقل کے بھی۔ لہٰذا اسے ردی کی ٹوکری میں پھینک دینا چاہئے کسی مذہب کی تحقیقات کے لئے ہمیشہ اس کے بنیادی اصول و قواعد کو جانچا پرکھا جاتا ہے اگر اس کے اصول فطری ہم آہنگی کے حامل ہوں اور اس کے فروع بمطابق عقل و شعور ٹھہریں تو اس مذہب کی حقانیت کے لئے کافی ہوتے ہیں۔ کتابیں خواہ کیسی ہی پایہ کی ہوں علماء چاہے کتنی ہی شان رکھتے ہوں بہرحال اُن کی ایسی تحریریں جو حضرت عمر یا کسی اور برگزیدہ ہستی پر بے شرمی و بے غیرتی کا الزام عائد کریں وہ ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتی ہیں کیونکہ اسلام اور اس کے اکابر بزرگوں کی عزت و جلالت پر دھبہ لگانے سے بہتر یہی ہے ایسی روایات کو پانی سے دھو ڈالیں اور ایسے علماء کی باتوں کو بالائے طاق رکھ دیں ح۱

عائشہ کو آج قلبی سکون اور ذہنی قرار محسوس ہو رہا ہے۔ وہ خوش ہے کہ اُسے ایک الجھن سے نجات مل گئی۔ اُسے سکھ کی سانس نصیب ہوئی۔ عائشہ خدا کے حضور نماز شکر ادا کرتی ہے جب عائشہ نماز سے فارغ ہوتی ہے

ح۱۔ مولوی شبلی نعمانی نے واقعہ قرطاس کا انکار اسی عذر پر کیا ہے (الفاروق)

تو ایلزبتھ کو کمرے میں موجود پاتی ہے ۔

ایلزبتھ :۔ مس آشی کیا بات ہے آج بڑی تم FRESH اور سمارٹ دکھائی دے رہی ہو۔ چہرہ بارونق اور کھلا ہوا ہے ۔

عائشہ :۔ ہوں۔ بنانا بھی کوئی تم سے سیکھے۔ کوئی خاص بات تو نہیں ہے ۔

ایلزبتھ :۔ اس میں بنانے کی کیا بات ہے واقعہ گزشتہ دنوں کی نسبت آج تم تروتازہ اور ہشاش بشاش نظر آرہی ہو ۔

عائشہ :۔ اچھا بھئی۔ ایسا ہی ہوگا ویسے مجھے تو آج تم بھی بہت پیاری لگ رہی ہو ۔

اس رسمی گفتگو کے بعد عائشہ اصل مقصد کی طرف آتی ہے اور ایلزبتھ کو کہتی ہے کہ

عائشہ :۔ ایلزبتھ تم نے جو اس دن حضرت عمرؓ کے نکاح پہ اعتراض کیا تھا میں نے اس کی ریسرچ کی ہے اور اطلاعاً عرض ہے کہ حضرت اُمِ کلثوم سے حضرت عمر کا شادی کرنا عادتاً، شرافت، ادب، تہذیب، رسم و رواج اور انسانی حیاء و غیرت کے اعتبار سے ناممکن تھا اور ہم مسلمانوں کے نزدیک ایسی تمام روایات جھوٹی ہیں۔ یہ صرف اسلام کو بدنام کرنے کے لئے دشمنوں نے گھڑی ہیں۔ یہ نکاح نہ ہی عقل سے صحیح ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی نقل سے کچھ سادہ لوح لوگوں نے اس افسانہ کی تائید ضرور کی ہے مگر اسلامی شریعت کے لحاظ سے نہ ہی یہ نکاح فقہ کے مطابق صحیح ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی تاریخ سے اس کے انعقاد کی تصدیق و توثیق ہوتی ہے۔ روایتاً اور درایتاً اس نکاح کی نفی ثابت ہے ۔

عائشہ ایلزبتھ کو علماء کے بیانات پڑھوا دیتی ہے اور اس کی غلط فہمی دور کر دیتی ہے ۔

حقیقت

افسانہ تمام ہوا۔ اب حقائق کا رُخ ملاحظہ فرمائیے۔ روائتی و درائتی اعتبار سے عقدِ اُمّ کلثوم ایک مفروضہ بدنہاد کارروائی قرار پایا۔ اب تاریخی اجمال سے اس نام نہاد نکاح کی حیثیت سماعت فرمائیں۔

تاریخی خامیاں

(۱) یہ عقد ذیقعد سنہ ۱۷ھ میں منعقد ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اسی سال حضرت زینبؑ بنت علیؑ کی شادی خانہ آبادی جناب عبداللہ بن جعفر سے ہوئی۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بڑی بیٹی کی موجودگی میں چھوٹی دختر کا نکاح پہلے کیوں کر دیا گیا؟

(۲) تاریخ میں تصریحاً مرقوم ہے۔ اُمّ کلثوم اور اُن کے صاحبزادے زید جنکی عمر بیس برس تھی کا انتقال ایک ہی وقت پر ہوا۔ امام حسن نے عبداللہ بن عمر کو نماز جنازہ پڑھنے کو کہا جبکہ اُمّ کلثوم سنہ ۶۱ھ میں واقعہ کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھیں اور اسیرانِ کربلا میں تھیں۔ عبداللہ بن عمر کا یزیدی حکومت پر بہت اثر و رسوخ تھا حتیٰ کہ مختار کو ان ہی عبداللہ کی سفارش پر رہا کر دیا گیا تھا حالانکہ وہ اعلانیہ بنی اُمیہ کے جانی دشمن تھے۔ مگر ان عبداللہ نے اپنی سوتیلی ماں کی سفارش نہیں کی ہے۔ اگر حضرت اُمّ کلثوم عبداللہ بن عمر کی سوتیلی ماں ہوتیں تو وہ ضرور غیرت کھاتے اور اپنے باپ کی عزت کو بازاروں میں دربدر نہ ہونے دیتے۔

(۳) مورخین نے لکھا ہے کہ بعد از وفات عمر حضرت اُمّ کلثوم کا نکاح عون بن جعفر سے ہوا حالانکہ شیعہ روایات میں سنہ ۱۷ھ میں بی بی زینب و اُمّ کلثوم

دونوں کا عقد ایک ہی وقت میں عبداللہؓ اور عون سے ہوا۔ لہٰذا ازوفات عمرؓ حضرت عون سے بی بی اُمّ کلثوم کا نکاح اس لئے ناقابل تسلیم ہے کہ جناب عون بن جعفر زمانہ عمر ہی میں جنگ فارس میں کام آگئے یعنی عون حضرت عمر کی زندگی ہی میں انتقال کر گئے۔ پس بعد از موتِ عمر کیا عون کی روح سے شادی ہوئی؟ سنہ ۲۰ھ میں اُمّ کلثوم کا دوسرا عقد جناب محمد بن جعفر طیارؓ سے ہوا جو جنگ صفین میں شہید ہو گئے اس کے بعد اُمّ کلثوم نے بیوگی کے دن کاٹے وہ لاولد تھیں۔ بی بی زینب کی دختر کلثوم کی نسبت سے اُن کی کنیت اُمّ کلثوم ہو گئی جبکہ اصل نام زینب صغریٰ تھا۔

(نوٹ:- بعض علماء اور عہد حاضر کے محققین کا خیال ہے کہ حضرت اُمّ کلثوم کا عقد صرف عون بن جعفر ہی سے ہوا جو واقعہ کربلا میں جہاد کے میدان میں شہید ہوئے۔)

۴۔ کسی بھی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ وقت نکاح یعنی سنہ ۱۷ھ میں منکوحہ اُمّ کلثوم بالغہ تھیں بلکہ صغیرہ اور صبیّہ کے الفاظ سے کمسنی پر زور دیا گیا ہے جبکہ حضرت اُمّ کلثوم بنت علی و فاطمہ سنہ ۷ھ میں قابل شادی تھیں۔ اُمّ کلثوم کی نابالغی اور کمسنی پر تمام مورخین کا اتفاق ہے اور ابن حجر مکی نے اس سلسلہ میں ایک وضاحتی بیان لکھا ہے جو آپ آئندہ ملاحظہ کریں گے۔

۵۔ اہل بیت رسولؐ کے افراد خاندان نے اکثر اس نام نہاد نکاح کا انکار کیا ہے چنانچہ علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں۔

"اہل بیت کی جماعت جہلا اس نکاح سے انکار کرتی ہے جس سے ہمیں تعجب ہوتا ہے" ابن حجر مزید لکھتے ہیں " جب حضرت علیؓ نے

اُمّ کلثوم کو حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیا تو وہ اُن کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کو اپنی گود میں بٹھا لیا۔ ان کے بوسے لئے ان کے حق میں دعائے خیر کی اور حضرت عمرؓ نے جو اُمّ کلثوم کو اپنی گود میں بٹھایا اور اپنے سینے سے چمٹایا ان کے ساتھ یہ برتاؤ ان کی عزت کے خیال سے کیا کیونکہ اُمّ کلثوم اپنی کم سنی کی وجہ سے اس عمر کو نہ پہنچی تھیں کہ ان پر شہوت ہو سکتی جس کی وجہ سے حضرت عمر پر یہ باتیں حرام ہوتیں اگر وہ بہت چھوٹی بچی نہ ہوتیں تو ان کے والد ان کو حضرت عمر کے پاس بھیجتے ہی نہیں۔"

(صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۹۶)

اب ہم علامہ ابن حجر مکیؒ سے پوچھتے ہیں کہ اگر یہ اُمّ کلثوم واقعی بنت علیؑ و فاطمہؑ تھیں (معاذ اللہ) تو سنہ ۱۷ھ میں دہ گیارہ بارہ برس کی ہو چکی تھیں اتنی چھوٹی کس طرح ہو گئیں کہ مورخین نے صبیہ تک تعبیر کر دیا حالانکہ مورخین نے اُمّ کلثوم کا سن پیدائش سنہ ۵ھ یا سنہ ۶ھ بیان کیا ہے۔ پھر کس طرح حضرت علیؑ کا اُن کو حضرت عمر کے پاس بھیجنا درست ہو گیا اور حضرت عمر کا بوس و کنار، سینے سے لپٹانا اور گود میں لینا جائز ٹھہرا۔ جبکہ عرب کی آب و ہوا کے مطابق قریشی عورتوں کی حالت یہ تھی کہ بی بی عائشہ صرف نو برس کی عمر میں ہم بستری کے قابل ہو گئیں تھیں چنانچہ محترمہ خود فرماتی ہیں کہ اتنی عمر میں رسولؐ نے میرے ساتھ جماع کیا۔ پس عقل و نقل دونوں طرح سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُمّ کلثوم بنت علیؑ و فاطمہ سنہ ۱۷ھ میں بالغہ تھیں اور اُمّ کلثوم زوجہ عمر اس وقت بالکل ننھی، نادان، گود میں بٹھانے بلکہ بوسے لینے کے قابل اور تمام بدن دیکھے جانے کے لائق بچی تھیں۔ یہ وہی اُمّ کلثوم تھیں جو ۴۹ھ میں فوت

ہوگئیں اور اس کے بعد دنیا میں ان کا وجود نہ تھا۔ سنہ ۵۰ھ کے بعد جو ام کلثوم دنیا میں تھی وہ زوجہ عمر ہرگز نہ تھیں کیونکہ ایک ہی عورت کا سنہ ۴۹ھ میں مرجانا اور سنہ ۶۱ھ یا اس کے بعد بھی زندہ رہکر قید ہونا عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے اور جو شخص ان دونوں کو ایک ہی کہے یا دونوں کے حالات ایک ہی عورت کے قرار دے یا دونوں کے تعلقات ایک ہی بی بی سے منسوب کرے۔ اس کے دماغ کا علاج کرنا ضروری ہوگا۔ ایک بچہ بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ سنہ ۵۰ھ سے قبل مری ہوئی ام کلثوم اور تھی اور کربلا والی ام کلثوم اور۔

ام کلثوم کی شخصیت کے تعین میں سُنّی علما کی گھبراہٹ

علمائے اہل سنت نے اپنے خلیفہ دوم پر سیدہ طاہرہ کی ناراضگی کا الزام دور کرنے کے لئے نکاح ام کلثوم کا افسانہ تو مشہور کر دیا مگر اس جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے بہت سے سہارے ڈھونڈے اور لاکھ کوششوں کے باوجود بھی یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ جس ام کلثوم بنت علی کا عقد سنہ ۱۷ھ میں فرض کیا گیا وہ جناب امیر علیہ السلام کی کونسی صاحبزادی تھیں وہ کب مری اور کس کس سے عقد کیا۔ ایک جماعت علمائے اہل سنت نے دعویٰ کیا کہ ام کلثوم جناب زینب سے بڑی تھیں مثلاً ابن سعد امام نووی، حافظ ذہبی، مسعودی وغیرہ اسی اشتباہ کی وجہ سے اہل سنت میں اختلاف ہے کہ عبداللہ بن جعفر سے ام کلثوم کی شادی کب ہوئی۔ چنانچہ ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن جعفر کا عقد ام کلثوم سے ان کی بہن زینب کے انتقال کے بعد ہوا۔ لیکن ابن انباری نے اس کے

خلاف یہ لکھا ہے کہ عبداللہ بن جعفر کی شادی پہلے امّ کلثوم سے ہوئی ان کے مرنے کے بعد زینب سے نکاح کیا حسن عدوی کی بھی یہی رائے ہے۔

حالانکہ یہ بالکل غیر معقول بات ہے کیونکہ علمائے اہل سنتہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امّ کلثوم زوجہ عمر کا انتقال معاویہ بن ابوسفیان کے دور میں ہوا پھر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ زینبؑ بنت علیؑ کے پہلے شوہر عبداللہ بن جعفر ہیں اگر ابن انباری اور عدوی کا قول مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ بی بی زینبؑ کی شادی ۴۵ سال کی عمر میں ہوئی جو قطعاً باطل ہے کیونکہ سـ۱۷ھ میں جناب علیؑ نے خود حضرت زینبؑ کا عقد عبداللہ سے کیا۔

مصری ادیب حسن قاسم اپنی کتاب "السیدۃ زینب" میں دعویٰ کرتے ہیں کہ امّ کلثوم کی شادی حضرت عمر سے ہوئی اور عہد معاویہ میں ان کا انتقال ہوا اور مدینہ میں وفات پائی۔ ص۲۳۔ مگر یہی صاحب آگے جا کر پھر لکھتے ہیں کہ امّ کلثوم واقعۂ کربلا میں موجود تھیں اور شام میں مدفون ہوئیں ص۶۴۔

"دروغ گو را حافظہ نباشد" اب بھلا سوچیں معاویہ کے دور میں مرگئی امّ کلثوم یزید کے زمانہ حکومت میں اس کی قیدن بننے کے لئے مدینہ کے قبرستان سے اٹھ کر شام چلی گئی تھی؟

بعض علمائے اہل سنتہ مثلاً ابن جوزی اور لیث وغیرہ نے دعویٰ کیا ہے کہ امّ کلثوم بنت علیؑ حسن کا اصل نام رقیہ تھا وہ کم سنی میں وفات پا گئیں۔

جن لوگوں نے اس افسانوی نکاح کو بیان کیا ہے انھوں نے عمر کی

وفات کے بعد مختلف شوہروں کو مختلف ترتیب سے بیان کیا ہے۔ اور یہ اختلاف از خود ثابت کرتا ہے کہ کہانی جھوٹی ہے۔

اُمّ کلثوم بنت علیؑ و فاطمہؑ اور اُمّ کلثوم زوجہ عمر کا تقابلی جائزہ

بنت علیؑ ام کلثوم زوجہ عون بن جعفر	ام کلثوم زوجہ عمر بن خطاب
۱۔ آپ کی ولادت سنہ ۵ھ میں ہوئی لہٰذا ۱۷ھ میں بالغہ، راشدہ اور عاقلہ تھیں۔ (رسالہ زینبیہ سیوطی)	۱۔ سنہ ۱۷ھ میں کمسن نابالغ بچی تھیں لہٰذا سن ولادت سنہ ۱۲ھ ہوا۔
۲۔ آپ کی وفات سنہ ۶۲ھ میں ہوئی آپ واقعہ کربلا میں موجود تھیں۔	(۲) سنہ ۵۴ھ میں عہد معاویہ میں مدینہ میں اپنے بیٹے کے ساتھ فوت ہوئیں۔
۳۔ آپ کا عقد جناب امیرؑ نے بحکم رسولؐ عون بن جعفر سے کیا (عقد الفرید)	(۳) آپ کا نکاح عمرو بن عاص اور مغیرہ بن شعبہ کے مشورہ سے ہوا۔ (طبری کامل)
۴۔ آپ لاولد تھیں (العقد المنظوم)	۴۔ آپ باولاد تھیں۔ (معارف)
۵۔ آپ کا حق مہر سیدہ فاطمہؑ کی طرح صرف ۴۸۰ درہم مقرر ہوا جو جناب امیر علیہ السلام نے اپنے مال سے بطور ہبہ عطا فرمایا۔ (العقد المنظوم)	۵۔ آپ کا حق مہر ۴۰ ہزار درہم ٹھہرا جو حضرت عمرؓ نے ادا کیا۔ (الفاروق)
۶۔ آپ نے حالت اسیری میں ابن زیاد لعین	۶۔ آپ واقعہ کربلا سے سات سال پہلے فوت ہو چکی تھیں۔

کے دربار اور بازار کوفہ میں فلک شگاف انداز میں فصیح و بلیغ خطبے پڑھے۔	
۷۔ آپ کا صرف ایک نکاح حضرت عون بن جعفر سے ہوا۔	۷۔ آپ کے متعدد نکاح مختلف شوہروں سے ہوئے۔

ایک شُبہ کا اِزالہ

دورِ حاضرہ میں افسانوی نکاح کے باراتی عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لئے اس خیالِ خام کا پرچار کر رہے ہیں کہ جو اُمِ کلثوم امام حسین علیہ السلام کے ساتھ معرکہ کربلا میں موجود تھیں وہ اُمِ کلثوم صغرا تھیں یہ علی مرتضٰی کی کسی اور بیوی کے بطن سے تھیں یہ بات قطعاً غیر مستند ہے اور کسی صحیح تاریخی حوالہ سے ثابت نہیں کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ اس بات کی تردید ہم نہایت معتبر حوالہ سے کرتے ہیں جناب شاہ عبدالعزیز دہلوی مصنف کتاب تحفہ اثنا عشریہ نے ایک نہایت قابل قدر کتاب "سر الشہادتین" تحریر فرمائی ہے اور ان کے معتمد و محترم شاگرد جناب شاہ سلامت اللہ دہلوی نے اس کتاب کی فارسی زبان میں شرح لکھی ہے جو "تحریر الشہادتین" کے نام سے مشہور ہے۔ وہ قافلہ سادات کی دربار یزید پلید میں پیشی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ

"یزید نے لوگوں سے پوچھا یہ کون عورت ہے؟ لوگوں نے کہا

امام حسین کی بہن اور فاطمہ زہرا کی بیٹی حضرت زینب ہیں۔ اس کے بعد جناب اُمّ کلثوم کھڑی ہو گئیں اور امام حسین کے سر پر اپنے آپ کو گرا دیا۔ پھر حضرت کے ہونٹ اور دانتوں پر اپنا مُنہ اس طرح ملایا کہ بے ہوش ہو کر زمین پر لوٹنے لگیں جب ہوش میں آئیں تو یزید کے حق میں بد دعا کرنے لگیں اور فرمایا اے یزید تو دُنیا سے زیادہ نفع نہیں اُٹھا سکے گا۔ اور جس طرح تو نے ہم لوگوں کو مصیبت میں ڈال دیا ہے تو بھی دُنیا و آخرت میں آرام کا مُنہ نہیں دیکھے گا۔ یزید پلید نے پوچھا کیا یہ عورت بھی حسین کی بہن ہی ہے۔ ؟ لوگوں نے جواب دیا ہاں یہ **اُمّ کلثوم حضرت فاطمہ زہرا کی صاحبزادی ہیں** ''

(تحریر الشہادتین ص ۱۶۱ مطبوعہ لکھنؤ)

پس دربار یزید لعنہ میں دی گئی مخالفین کی گواہی اس شُبہ کے ازالہ کے لئے کافی ہے کہ اسیرۂ شام سیّدہ اُمّ کلثوم سلام اللہ علیہا دُختر علیؑ و فاطمہؑ ہی تھیں۔ جبکہ زوجہ عمر اُمّ کلثوم اس واقعہ سے سات سال پہلے اس دُنیا سے رُخصت ہو چکی تھیں۔

شیعہ و سُنّی محدثین و مورخین نے سیدہ اُمّ کلثوم سلام اللہ علیہا کے نوحہ جات نقل کئے ہیں۔ خصوصاً وہ نوحہ جو سیّدہ نے اسیری کے بعد مدینہ واپس آکر پڑھا بہت مشہور ہے۔ اور جید سُنّی عالم مفتیٔ اعظم سلیمان قندوزی نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں درج کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ سیّدہ طاہرہ کی دختر تھیں۔ آپ نے نوحہ میں اپنی والدہ معظمہ کو بھی پکارا ہے۔ اور اس کا آغاز ہی "مدینہ جدنا" کے الفاظ سے کیا ہے یعنی "ہمارے نانا کے شہر"۔ معلوم ہوا کہ آپ حضورؐ اکرم کی نواسی تھیں نہ کہ کسی اور بی بی کی بیٹی تھیں۔

ترقّی پر تنزّلی کا شوق

حضرت عمر کے افسانوی نکاح کی خوشی میں ان کے نادان دوست یہ شادیانے بڑی دھوم سے بجاتے ہیں کہ ہمارے فاروق کو رسولؐ سے والہانہ عشق تھا وہ اس نکاح پر محض اس لئے مصر تھے کہ رسولؐ سے سببّی رشتہ مستحکم ہو جائے میں اس مقام پر حیران ہوں کہ فیصلہ کیا کروں جناب عمر جیسے مدبّر سیاست داں اور جہاں دیدہ حکمراں کی عقل کو روؤں یا اُن کے خوشامدی بہی خواہوں کی سادگی کا ماتم کروں۔ کیونکہ عقلی فیصلہ ہے کہ ہر شخص ترقی کرنے، اونچا ہونے، عروج پانے اور بڑا بننے کی کوشش کرتا ہے اپنے مقام سے گرنے اور ترقی سے تنزل کی جانب آنے کا ارادہ کوئی بھی صاحب ہوش شخص نہیں کرتا ہے۔

اب غور کریں کہ حضرت عمر تو اس مرتبے پر آچکے تھے کہ انھیں رسولؐ خدا کے والد نسبتی ہونے کا اعزاز حاصل ہو گیا تھا یعنی وہ اللہ کے رسولؐ کے بھی بزرگ بن گئے تھے اب بعد از رسولؐ ان کو کیا ہو گیا کہ اس عمر میں جبکہ وہ ٹانگیں قبر میں لٹکائے تھے بجائے ترقی کے تنزّل کی طرف راغب ہو گئے حضرت رسولؐ کریم کے بزرگ اور والد نسبتی بننے کے بعد اس قدر چھوٹا بننے کی خواہش کیسے ان کے دل میں آگئی۔ ہماری عقل میں تو یہ بات آتی نہیں ہے کہ کوئی خسر اپنے داماد کی نواسی کو ساٹھ سال کی عمر میں دلہن بنالے۔ اور "باپ" ہوتے ہوئے اسی کا "نواسہ" بن جانے کی حماقت کر دے۔ کم سے کم حضرت

عمر سے ایسی توقع نہیں کی جاسکتی ہے۔ یہ محض حضرت عمر پہ بہتان ہے۔ تہمت ہے حضرت عمر کی شان کے سراسر خلاف بات ہے کہ اپنی گود کی پالی ہوئی پرنواسی کو اپنی زوجیت میں لینے کا ارادہ کیا ہو۔ معمولی اخلاق کا آدمی بھی ایسی نازیبا حرکت نہیں کرسکتا ہے۔ اگر حضرت کو بالفرض محال ایسا رشتہ پیدا کرنے کا شوق پیدا ہوا تھا۔ جیسا کہ ان کے بے قوف دوست خیال کرتے ہیں تو اولاً یہ شوق ہی غیر معقول تھا کہ یہ خواہش تو کئی سال قبل حضرت حفصہ کے نکاح سے پوری ہو چکی تھی اور اس سے کہیں کم تر نہایت شرمناک نیا رشتہ پیدا کرنے کی ضرورت بے محل و بے کار تھی۔ کیونکہ اس عرصہ میں بارہا حضرت عمر حضرت اُم کلثوم کو بچی سمجھتے ہوئے اپنی گود میں کھلا چکے ہوں گے۔ اور اُم کلثوم بھی ان کو نانا جان ہی سمجھتی ہوں گی لہٰذا ایسے حالات میں یہ رشتہ قطعاً بے جوڑ تھا۔ البتہ یہ شوق جناب عمر اپنی اولاد کے لئے اگر کرتے تو پھر بھی بات معقول ہوتی۔

عقل تو حضرت عمر کے بارے میں ایسی حرکت کو کبھی تسلیم نہیں کرے گی نہ ہی تہذیب اس کی اجازت دیتی ہے کیونکہ جو رشتہ حضرت رسولؐ سے جناب عمر کو پہلے حاصل ہو چکا تھا وہی سبب و رشتہ ان کو اس ارادہ نکاح سے سختی سے روکنے کے لئے کافی تھا۔ کیونکہ اس نام نہاد فعل کے غیر معقول ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے سنہ ۳ھ میں جب حضرت عمر رسولؐ کے خسر بن گئے تھے اور اُم کلثوم کے سوتیلے پرنانا ہو گئے تھے اب ایسا خیال نہ صرف خلاف تہذیب و شرافت تھا بلکہ خلاف انسانیت تھا۔

اگر یہ کہا جائے کہ انھوں نے جناب فاطمہؑ کا رشتہ بھی طلب کیا تھا تو اس سلسلے میں عرض یہ ہوگی یہ خواستگاری حضرت حفصہ کی

شادی سے قبل ہوئی یعنی سنہ ۲ھ میں جبکہ حضورؐ اور حضرت حفصہ کا عقد اس واقعہ کے ایک سال بعد ہوا۔

ایک اور سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ جناب زینب بنت علی سلام اللہ علیہا کی موجودگی میں آخر بڑی کو چھوڑ کر چھوٹی لڑکی کا رشتہ لینے کی خواہش پیدا ہوئی حالانکہ حضرت زینب بھی اس وقت کنواری تھیں۔

پس معمولی عقل رکھنے والا شخص اور بنیادی اخلاقی ضوابط سے آگاہ انسان بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ محض خاندانِ رسولؐ کی تحقیر اور حضرت عمر کی توہین کرنے کے لئے یہ شرمناک افسانہ وضع کیا گیا ورنہ حضرت عمر ایسے ناعاقبت اندیش ہرگز نہ تھے کہ بڑھاپے میں اپنی پرنواسی سے شادی رچا لیتے۔ بقول قرآن مجید۔

"یہ بڑی ہی سخت بات ہے۔ جو اُن کے مُنہ سے نکلتی ہے۔ یہ سفید جھوٹ بکتے ہیں۔" (پ بقرہ ۵)

اس نکاح سے نہ ہی حضرت عمر کی شان و منزلت میں کوئی اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی اسلام کو فائدہ پہنچتا ہے بلکہ اُلٹا جناب عمر کا کردار کا چہرہ کالا نظر آتا ہے۔ اور اسلام کی تعلیمات مکروہ دکھائی دیتی ہیں۔

اُمِّ کلثوم زوجہ حضرت عمر کون تھیں

مورخین و محدثین اور علمائے فریقین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جو اُمِّ کلثوم حضرت عمر کے نکاح میں آئیں وہ کم سن تھیں اور روایات میں اس بی بی کا سن چار سال سے سات سال تک کا بیان ہوا ہے۔ علماء یہ بھی تسلیم کرتے ہیں

کہ یہ عقد سنہ ۱۷ھ میں ہوا۔ ہم نے اوپر ثابت کیا کہ اُمّ کلثوم بنت علی سلام اللہ علیہا کی عمر سنہ ۱۷ھ میں گیارہ بارہ سال تھی اور یہ سن عرب کی آب و ہوا کی مناسبت سے صغیر سنی کا نہ تھا بلکہ اس عمر میں عربی لڑکیاں قابل شادی ہو چکی ہوتی ہیں لہٰذا زوجہ عمر اُمّ کلثوم وہ نہیں ہو سکتی تھیں جو بنت علیؑ و فاطمہؑ تھیں۔

تاریخ سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضرت عمر کے نکاح میں اُمّ کلثوم نام کی بیویاں متعدد تھیں مثلاً

۱۔ اُمّ کلثوم جمیلہ بنت عاصم بن ثابت۔ جو عاصم بن عمر کی ماں تھیں۔
(تاریخ الخمیس علامہ دیار بکری جلد ۲ ص ۲۵۱)

۲۔ اُم کلثوم بنت جرول خزاعیہ۔ ان کا اصل نام ملیکہ تھا۔ یہ زید بن عمر کی ماں تھیں۔ (تاریخ کامل جلد ۳ ص ۲۲)

۳۔ اُم کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط۔ زہری کے مطابق یہ بی بی زمانہ جاہلیت میں عمر بن عاص کے پاس سے بھاگ کر آئی تھیں اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کے رشتہ داروں نے حضورؐ سے واپسی کا مطالبہ کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "جو عورت اسلام قبول کر لے وہ واپس نہیں کی جائیگی" چونکہ ابن عاص ابھی کافر تھا لہٰذا واپس نہ کیا گیا اور حضرت عمر نے ان سے نکاح کر لیا۔ (تفسیر کبیر فخر الدین رازی جلد ۸۔ شرح بخاری قسطلانی ج ۴ ص ۳۴۹)

۴۔ اُمّ کلثوم بنت راہب۔ (سنن ابن ماجہ اور سنن ابو داؤد)

۵۔ اُمّ کلثوم بنت ابوبکر۔ دختر اسماء بنت عمیس خواہر محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ (طبقات الاتقیاء ابن جہاں۔ اعلام النساء ج ۴ ص ۲۵۰)

استیعاب، طبری، کامل وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد ان کی زوجہ اسماء بنت عمیس سے ایک لڑکی سنہ ۱۲ھ میں پیدا ہوئی چونکہ اسماء نے حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد حضرت علیؑ سے شادی کر لی تھی لہٰذا اس بچی کو جس کا نام اُمّ کلثوم تھا لیکر وہ حضرت علیؑ کے گھر آ گئیں چنانچہ مصنف رحمۃ اللعالمین لکھتے ہیں کہ

"اسماء بنت عمیس (بیوہ ابوبکر) کے بطن سے ایک لڑکی بعد وفات ابوبکر پیدا ہوئی تھی۔ اسی لڑکی سے حضرت عمر کا نکاح ہوا (ملاحظہ کریں الفضائل تبلیغ مولوی محمد ذکریا۔ کتاب ہدایۃ السعداء علامہ دولت آبادی)

پس چونکہ یہ امّ کلثوم ربیبہ حضرت علی علیہ السّلام کی تھیں لہٰذا رواج عرب کے مطابق ان کو بنت علیؑ کہا گیا۔

حضرت عمر نے اس رشتہ کے حصول کے لئے ام المسلمین حضرت عائشہ کو راضی کیا ان ہی کی کوششوں سے یہ نکاح ہوا۔ چنانچہ علامہ ابن حجر نے اصابہ میں طبری نے اپنی تاریخ میں اور ابن اثیر نے کامل میں لکھا ہے۔

"حضرت عمر نے ان (امّ کلثوم بنت ابوبکر) سے اپنے عقد کے لئے پیغام حضرت عائشہ کے پاس بھیجا اور وہ راضی ہو گئیں۔"

گو کہ حضرت علی علیہ السلام ذاتی طور پر اس رشتہ پر ناخوش تھے مگر اصل وارث خاندان ابوبکر تھا جن کی سربرآوردہ بی بی عائشہ تھیں لہٰذا ان کے دباؤ کے تحت آپ بھی بادل نخواستہ آمادہ ہو گئے۔ دشمنان اہلبیتؑ نے اس رشتہ کو انتہائی غلط رنگوں میں پیش کیا جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ تفصیل میں نے اپنی کتاب ذکاء الاذہان بجواب جلاء الاذہان المعروف "ہزار تمہاری، دس ہماری" میں پیش خدمت کر دی ہے۔

حضرت عمر کا بی بی عائشہ کے پاس امّ کلثوم بنت ابوبکر کے لئے پیغام عقد بھیجنا اور بی بی صاحبہ کا رضامند ہونا مندرجہ ذیل حوالہ جات سے ثابت ہے

۱۔ تاریخ الخمیس علامہ حسین دیاربکری مطبوعہ مطبعۃ العامرۃ العثمانیہ مصر جلد ۲ صـ ۲۶۷

۲۔ تاریخ کامل علامہ ابن اثیر مطبوعہ مصر جلد ۳ صـ ۲۱

۳۔ استیعاب فی معرفۃ الاصحاب علامہ ابن عبدالبر مطبوعہ حیدرآباد دکن جلد ۲ صـ ۷۹۵

بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد کوئی بیٹی ان کی پیدا نہ ہوئی جس کا نام امُ کلثوم رکھا گیا حالانکہ مندرجہ ذیل شواہد سے یہ خیال غلط ثابت ہوتا ہے۔

۱۔ تاریخ الامم والملوک ابن جریر طبری مطبعہ الحسینیہ قاہرہ مصر الجزء الثانی ص ۵۰

۲۔ تاریخ الکامل علامہ ابن الاثیر مطبوعہ مصر الجزء الثانی ص ۱۶۱

۳۔ تاریخ الخمیس علامہ دیار بکری مطبوعہ مطبعۃ العامرہ العثمانیہ مصر جلد ۲ ص ۲۶۷

۴۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ حافظ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ مطبعۃ الشرفیہ مصر الجزء الثامن ص ۲۸۶ ۔ الجزء الثالث ص ۲۷ ترجمہ زید بن خارجہ اور الجزء الثالث ص ۲۱۱ ترجمہ الشماخ ۔

کچھ لوگوں کا گمان ہے کہ امّ کلثوم بنت ابوبکر حضرت اسماء بنت عمیس کے بطن سے نہ تھیں۔ چنانچہ صاحب بوارق محرقہ نے استیعاب اور کنزالعمال کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امّ کلثوم کی ماں جناب اسماء بنت عمیس تھیں۔

پس قرائن ثابت کرتے ہیں کہ ۱۷ھ میں چار یا پانچ سالہ لڑکی ام کلثوم جس کا عقد حضرت عمر سے ہوا وہ حضرت ابوبکر کی صاحبزادی تھیں اور حضرت علی علیہ السلام کی ربیبہ تھیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ امّ کلثوم اگر ربیبہ تھیں تو پھر حضرت عمر نے حضرت علیؑ کے سامنے نسب و سبب رسول کا ذکر کیوں کیا تو جواب یہ ہے کہ ولایت نبوت صحت کی محتاج ہیں کیونکہ یہ سب تو جناب عمر کو پہلے ہی حاصل ہو چکا تھا حالانکہ اسلام میں رشتہ داری کوئی معیار نہیں ہے۔ اور مناکحت شرط فضیلت نہیں ہے۔ کیونکہ آسیہؑ کی زوجیت فرعون کے لئے مفید نہیں ہے۔ اور لوط علیہ السلام اور نوحؑ

علیہ السلام کی بیویوں کے لئے رشتہ ازدواج کسی فائدہ کا سبب نہیں ہے۔ اسی طرح ابولہب کے فرزند عتبہ و عتیبہ جو بقول اہل سنت داماد رسول تھے وہ بھی رشتہ دامادی سے کوئی شرف نہ پا سکے۔

ہم شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں۔

"فلسفہ تاریخی کا یہ ایک راز ہے کہ جو واقعات جس قدر زیادہ شہرت پکڑ جاتے ہیں اسی قدر ان کی صحت زیادہ مشتبہ ہوتی ہے۔ دیوار قہقہہ چاہ بابل، آب حیوان، مار ضحاک، جام جم سے بڑھ کر کس واقعہ نے شہرت عام کی سند حاصل کی ہے، لیکن کیا ان میں ایک بھی اصلیت سے علاقہ رکھتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اکثر واقعات کسی خاص وقتی سبب سے شہرت کی منزل پر آجاتے ہیں۔ پھر عام تقلید کے اثر سے جو خاصۂ انسانی ہے۔ شہرت عام کی بناء پر لوگ اس پر یقین کرتے چلے جاتے ہیں اور کسی کو تنقید اور تحقیق کا خیال تک نہیں آتا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ مسلمات عامہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔" پس مولوی شبلی کی اس عبارت کو مد نظر رکھکر اس واقعہ عقد ام کلثوم کو دیکھنا چاہیئے۔ اور اندھا دھند روایات میں نہیں کھونا چاہیئے۔ کیونکہ روایات میں غلط اور صحیح ہر طرح کی خبریں ہیں سچ اور جھوٹ کی پہچان کے لئے ہم مسلمانوں کے پاس خدا کی کتاب بہترین کسوٹی ہے۔ کتابیں لاکھ صحیح ہوں، مگر بالآخر وہ الہامی تو نہیں ہیں۔ محدثین و مورخین کتنے ہی جلیل القدر کیوں نہ ہوں بہر حال وہ معصوم اور محفوظ عن الخطا نہ تھے ان سے غلطی کا صدور جائز تھا۔

یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کے ہاں تو یہ ہے کہ اپنی کتب کے صحیح ہونے کا دعویٰ ہے یعنی وہ اپنی چھ کتابوں کو صحاح ستہ کہتے ہیں اور ان چھ میں دو کو صحیحین سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان صحیح کتابوں میں لاتعداد غلط

اور غیر معقول باتیں موجود ہیں جن کو بالاتفاق مبنی بر کذب تسلیم کیا گیا ہے۔ مگر شیعوں کا اپنی کتابوں کے بارے میں ہرگز ایسا دعویٰ نہیں ہے۔ نہ ہی وہ اپنی چار کتابوں کو صحاح اربعہ کہتے ہیں بلکہ محض کتب اربعہ کہتے ہیں۔ اور ان کتابوں میں بھی جھوٹی سچی ہر طرح کی روایات موجود ہیں۔

پس جو بھی روایت خلاف قرآن ہو اس کو ترک کر دیجئے خواہ وہ شیعہ کتاب سے ہو یا سنی صحیح سے۔ چنانچہ جب ہم اس نکاح کے افسانے کو قرآن مجید کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو یہ تمام روایات بے کار۔ بے ہودہ موضوع اور خلاف قرآن قرار پاتی ہیں پس تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسی لغو باتوں کو بہتان سمجھ کر ٹھکرا دیں کیونکہ نہ ہی عقلی طور پر یہ پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہیں اور نہ ہی نقلی اعتبار سے۔

ایسی خلاف شان روایات کی اشاعت کے بجائے متفق فضائل اور علمی مسائل کی تبلیغ کی طرف توجہ دینی چاہیئے تاکہ دنیا حقیقی اسلامی تعلیمات سے روشناس ہو سکے۔

دور حاضر میں زمانہ جن مسائل سے دوچار ہے اور جیسے پُرخطرات حالات میں گھرا ہوا ہے اُن کے پیش نظر ایسے فرضی اور غیر ضروری مباحثے باہمی تلخی پیدا کر کے فضا کو مسموم تو کر سکتے ہیں مگر کسی تعمیری منصوبے کی تکمیل میں مددگار ثابت نہیں ہو سکتے ہیں لہٰذا ہمارا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ ان فرسودہ بحثوں کو ختم کر کے اسلام کی عالمگیر حیثیت کو نمایاں کریں اور مخالفین اسلام کے عزائم کو خاک میں ملائیں۔ دشمنوں کے دانت کھٹے کر کے یہ حقیقت ہر خاص و عام سے منوائیں کہ دُنیا کے تمام مادّی و روحانی مسائل کا واحد حل " دین اسلام " ہی پیش کرتا ہے۔ یہی وہ خدا کا صحیح دین ہے جو تمام اُلجھنوں سے نجات حاصل کرنے کا راستہ بتاتا ہے۔ کوئی سائنس

ہو یا کوئی فن کوئی ہنر ہو یا حرفت اسلام سے اس کی ہم آہنگی ثابت ہے۔ حقیقی علوم اسلامیہ ہی تمام جدید علوم کا سرچشمہ ہیں جن گتھیوں کو آج مشینی دور میں ان تھک کاوشوں سے کھولا جا رہا ہے۔ چودہ سو سال قبل اسلام نے اُن کا واحد حل پیش کیا ہے مگر افسوس کہ مسلمان خوابِ خرگوش میں محو رہے۔ اور انھوں نے اپنی فلاح و بہبود کے حصول کی پرواہ نہ کی۔ گھر کے جوگی کو جوگڑا سمجھ کر نظر انداز کیا اور باہر کے سِدھ کے پیچھے بھاگنے لگے۔ نہ ادھر کے رہے اور نہ اُدھر کے۔

المختصر ہم نے اس حقیقت کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا کہ یہ افسانہ بالکل بے بنیاد ہے۔ کچھ دشمنانِ اسلام نے اشتباہ نام سے فائدہ اٹھا کر اس کی مشہوری کر دی اور بعض نے نادانستہ طور پر مغالطہ کھایا۔ ورنہ حقیقت شناسوں کے لئے صحیح صورت معلوم کر لینا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔

شیخ المحدثین جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے رجال مشکوٰۃ میں اس قصہ کو ص۱۱۵ پر تحریر کر کے ان ہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اور علامہ ابن اثیر نے اپنی تاریخ کامل کی تیسری جلد کے ص۲۲۳ پر یہی مضمون درج کیا ہے جناب ملک العلماء دولت آبادی نے اس قصہ کی اصلیت یوں لکھی ہے۔

"اسماء بنت عمیس اوّل زن جعفر طیار بود بازدر نکاح ابوبکر آمدہ از ابوبکر یک پسر و یک دختر اُمّ کلثوم نام زائید بعد ازاں بہ نکاح علی بن ابی طالب آمد۔ اُمّ کلثوم ہمراہ مادر آمدہ عمر ابن خطاب بام کلثوم دختر ابوبکر نکاح کرد۔"

یعنی حضرت اسماء بنت عمیسؓ پہلے حضرت جعفر طیارؓ کی زوجہ تھیں ان کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے نکاح میں آئیں ان کے ہاں ایک لڑکا اور

ایک بیٹی اُمّ کلثوم پیدا ہوا ہیں۔ ابوبکرؓ کے بعد آپ حضرت علیؑ ابن ابیطالب کی زوجیت میں آئیں۔ اُمّ کلثوم اپنی والدہ کے ہمراہ آئیں اور حضرت عمرؓ بن خطاب نے ان اُمّ کلثوم بنت ابوبکرؓ سے نکاح کیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ ص۳۴۳ پر لکھا ہے کہ اُمّ کلثوم بنت ابوبکر بوقت وفات ابوبکر شکم مادر میں تھیں۔ حضرت ابوبکر کی وفات ۱۳ھ میں ہوئی ہے پس ۱۷ھ میں عمر کے نکاح میں آتے وقت یہی اُم کلثوم ۴، ۵ برس کی ہوسکتی ہیں۔

حضرت عمر کی زوجہ اُم کلثوم علامہ دولت آبادی کی تحقیق کے مطابق صغیر سنی میں حضرت عمر ہی کے گھر انتقال کر گئیں اور اُن کی کوئی اولاد نہ تھی ہدایت السعداء ص۴۵۹

لیکن ۵۵ سالہ اُم کلثوم بنت علی سلام اللہ علیہا کے واقعہ کربلا کے بعد والے خطبے جو انھوں نے عالم اسیری میں فاسقوں کے دربار میں خطاب فرما کر مسلمانوں کی خوابیدہ حمیت کو جگایا آج بھی تاریخوں میں محفوظ ہیں۔ آپ کے پُرفصاحت و بلاغت کلام نے شیرِ خدا علی المرتضیٰ علیہ السّلام کی آواز کا اشتباہ پیدا کر دیا مسلمانوں کی غیرت کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ سیّدہؑ نے اہل کوفہ سے خطاب فرمایا۔

''اے اہل کوفہ! تمھارا بُرا حال ہو۔ کس لئے تم نے حسینؑ علیہ السلام کا ساتھ چھوڑا۔ اور اُن کو شہید کیا۔ ان کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ اس کو اپنا ورثہ قرار دیا۔ اور اُن کے اہل بیت کو قیدی بنالیا۔ ہلاک ہو تم۔ اور خدا کی رحمت تم سے دور رہے۔ وائے ہو تم پر۔ کیا جانتے ہو کس بلا میں گرفتار ہوئے اور کیسے کیسے خون تم نے بہائے۔ کس کس کی بیٹیوں کو تم نے بے پردہ کیا کیسے اموال کو لوٹ لیا۔ تم نے ایسے شخص کے خون میں ہاتھ رنگے ہیں جو

پیغمبرؐ کے بعد تمام عالم سے بہترین تھا۔ تمھارے دلوں سے رحم اُٹھ گیا۔ بے شک اللہ کے بندے حق پر ہیں اور شیطان کے پیرو کا نقصان اُٹھانے والے ہیں۔

اس کے بعد بی بیؑ نے کئی اشعار ارشاد فرمائے جن کا ماحصل یہ ہے۔

وائے ہو تم پر کہ تم نے بے جرم و خطا میرے بھائی کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ عنقریب تمھاری سزا جہنم کی دہکتی ہوئی آگ ہوگی کہ تم نے ایسے شخص کو بے گناہ (قصداً) قتل کیا جس کا خون خدا اور اس کے رسولؐ نے قرآن میں حرام کیا ہے۔ تم کو دوزخ کی بشارت ہو۔ تم روز قیامت یقیناً جہنم کا ایندھن ہوگے۔ اور میں ساری عمر اپنے بھائی پر جو بعد از رسولؐ تمام مخلوق سے بہتر ہے گریہ و زاری کرتی رہوں گی اور آنسوؤں کے دریا اس غم جاودانی میں بہاتی رہوں گی۔

راوی کا بیان ہے کہ سیدہؑ کے اس خطاب کے بعد مجمع سامعین پر حزن و ملال طاری ہو گیا لوگ آہ و بکا و نوحہ و گریہ کرنے لگے۔ عورتوں نے اپنے بال پریشاں کر لئے۔ سر میں خاک ڈالی۔ مُنہ پر طمانچے مارنے لگے رُخسارے چھیلنے لگے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے نالہ و شیون برپا ہوا فضا میں کہرام برپا ہو گیا۔ ہر طرف واویلا، وامصیبتا کا شور اٹھا، ہر سو ماتم شروع ہوا۔ اور لوگوں نے یزیدی ظلم کے خلاف علانیہ احتجاج کیا۔ راوی کہتا ہے کہ اس دن سے زیادہ کوئی روز ایسا گریہ و بکا کا ہمارے دیکھنے میں نہیں آیا۔

جب امام زین العابدین علیہ السّلام نے یہ کیفیت ملاحظہ فرمائی تو لوگوں کو چپ ہونے کا اشارہ کیا اور بعد میں حمد خدا اور نعت رسولؐ کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا۔

ہمیں اس بات کا پوری طرح احساس ہے کہ موجودہ عالمی حالات کے پیشِ نظر ایسے فرسودہ موضوعات پر صرفِ وقت کسی طرح مفید نہیں ہے لیکن سخت مجبوری کے تحت اس شرمناک واقعہ پر قلم اُٹھانا ضروری خیال کیا گیا کیونکہ بعض شرپسند عناصر جان بوجھ کر ایسے لاحاصل مسائل کی تشہیر کر کے ایک طرف خاندانِ رسولؐ سے اپنی دشمنی کا اظہار کر رہے ہیں تو دوسری طرف اسلام جیسے مصفیٰ و پاکیزہ دین کو اس قسم کی شرمناکیوں کے ساتھ پیش کر کے دینِ الٰہی کی تذلیل پر کمربستہ ہیں۔ لہٰذا ناموسِ اکابرینِ اسلام اور تحفظ طہارت دین کے لئے اس مضر پروپیگنڈے کی نشر و اشاعت کی روک تھام کی جانب یہ قدم اٹھایا گیا۔ کیونکہ اگر ایسے موضوعات کی تردید نہ کی جائے تو یہ خاموشی اور چشم پوشی مستقبل قریب میں سخت رسوائی کا سبب ٹھہر سکتی ہے۔

بے باک قلم کاروں، مفسد مقرّروں اور ناعاقبت اندیش عالموں نے اس بات کی قطعاً پرواہ نہیں کی کہ ان رکیک موضوعات سے صحابہ کرام کا وقار خاک میں ملتا ہے حضورؐ اور اہلبیتؑ اطہار کی توہین ہوتی ہے۔ انھیں صرف اپنے ممدوح کی جھوٹی سچی مدح سے غرض ہے خواہ اُن کی یہ اندھی محبت رسولؐ دشمنی ثابت ہو یا ان کی بے جا عقیدت دوسرے مذاہب کی نظر میں اسلام کی تضحیک و تذلیل بن جائے۔ مگر مرغا ایک ٹانگ یہ ہی رہے گا۔

افسانۂ عقدِ اُمِّ کلثوم پر ہماری طرف سے لاتعداد کتب پیش کی جا چکی ہیں جو تا ہنوز لاجواب ہیں مگر پھر بھی دن بدن بعض ضدی افراد اس جھوٹ کی پٹاری کو بازار میں فروخت کرنے لاتے رہتے ہیں اور یہ بات نہیں سوچتے ہیں کہ یہ خاک اپنے ہی سر میں پڑے گی۔ چاند پر تھوکا واپس اپنے

پھر ملے گا۔ دُنیا نے پہلے تو "**رنگیلا رسول**" بلکھ کر بدنام کیا تھا اب "**عیاش خلیفہ**" بھی چھپ سکتا ہے کہ پھر ہمیں مُنہ چھپانے کا کوئی کونہ بھی نظر نہ آئے گا۔ گھر کے چراغ سے گھر کو آگ لگے گی۔

پس دوسرے مذاہب میں اسلام کی حرمت بحال رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ایسے بے ہودہ اختلافات کو ہوا نہ دی جائے کہ اس سے مجموعی طور پر خسارہ ہی خسارہ ہے۔ ایسی حیا سوز، پست اخلاق اور مضحکہ خیز باتوں سے دوسرے مذاہب والے اسلام پر اُنگلیاں اٹھاتے ہیں۔ مسلمانوں کی کرتوتوں پر ہنسی اُڑاتے ہیں۔ مُنصف مزاجوں کی عقلیں دنگ ہو جاتی ہیں۔ نگاہیں شرم سے گڑ جاتی ہیں۔ نظریں پتھر ہو جاتی ہیں۔ سر گریبان میں چھپ جاتے ہیں گردنیں شرم کے مارے جھک جاتی ہیں۔ چہرے فق ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ کلیجے مُنہ کو آتے ہیں۔ زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔ سخت ذلّت، شدید رُسوائی و بدنامی کا سامنا ہوتا ہے۔ مذہب سے بیزاری کے خیالات ذہن پر تسلّط جما لیتے ہیں۔ ہر راہ مسدود نظر آتی ہے کہ جائیں تو کدھر جائیں۔ روایات کو مانیں یا دین کو بچائیں۔

فرق ہائے اسلامیہ کے اختلافات کو اگر داخلی لحاظ سے دیکھا جائے تو لاتعداد مسائل متنازعہ سامنے آتے ہیں ہر مکتب فکر کی جانب سے اپنے مسلک کی تائید میں متعدد تصانیف موجود ہیں بڑے بڑے مناظرے ہوئے ہیں اور اپنے اپنے حق میں زور صرف کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی گئی لیکن یہ مسائل اندرونی و داخلی حیثیت کے ہیں اور ان مباحثوں میں کم سے کم ایسی کوئی بات نہیں ہے جو غیر مذاہب والوں کے لئے ہمارے خلاف ہتھیار مہلک ثابت ہو سکے۔ ٹھیک ہے اندرونی معاملات ہیں جو آپس میں تفہیم و افہام سے طے ہو سکتے ہیں لیکن چند

امور ایسے بھی ہیں جن کی ہرگز کوئی مستحکم بنیاد نہیں ہے ان کو اس طرح مشہور کر دیا گیا ہے کہ اب جھوٹ بھی سچ دکھائی دینے لگا ہے۔ ان میں عقد ام کلثوم کا افسانہ بھی ہے لیکن یہ اختلاف تو ایسا ہے کہ منصف عقل انگشت بدنداں نظر آتی ہے۔ یہ قصہ واہی اسلام کے جسم پر ناسور نظر آتا ہے۔ وہ دین جو داعیٔ شرافت و شرم و حیا ہے۔ جو بلند اخلاقی اور پاکیزہ معاشرت کی ضمانت دیتا ہے اسی دین کی مسند پر بیٹھنے والا مدعی خلافت بزرگ عالم پیری میں ایسی شرمناک حرکات کا مرتکب ہوتا ہے کہ اس واقعہ کو نقل کرنے پر بھی راقم و ناظر دونوں پانی پانی ہوئے جاتے ہیں۔

ایسے ناگفتہ بہ واقعات کا بیان سراسر اسلام کی بدخواہی، دین کی تحقیر و تقصیر اور بزرگان دین کی توہین ہے۔ لہٰذا تمام مخلص مسلمانوں سے دردمندانہ اپیل کی جاتی ہے کہ وہ محض ضد میں آکر دین اور اکابرین اسلام کی مٹی پلید ہونے سے پہلے ہی حفظ ماتقدم کی احتیاطی تدابیر اختیار کریں اور ہر بات کو کہنے سے پہلے سوچیں کہ ہم اسلام اور بزرگان اسلام کی عزت افزائی کر رہے ہیں یا تعظیم کشی عقل و انصاف کے ترازو پر تول کر قرآن و حدیث کی کسوٹی پر جانچ کر فطرت و عدل کی میزان دیکھ کر کسی امر کا پرچار کریں وقتی مصلحت کے تحت جذبات آپ کو مفید نظر آتی ہے وہ دائمی طور پر نفرت رساں ہو سکتی ہے لہٰذا پہلے تولو پھر بولو۔

"خبروں میں اگر صرف روایت پر اعتبار کر لیا جائے اور عادت کے اصول اور سیاست کے قواعد اور انسانی سوسائٹی کے اقتضاء کا لحاظ اچھی طرح نہ کیا جائے اور غائب کو حاضر اور حال گزشتہ پر نہ قیاس کیا جائے تو اکثر لغزش ہوگی۔"

یہ عبارت جلیل القدر مورخ ابن خلدونؒ کی ہے۔ اس اقتباس کے آئینہ میں افسانۂ عقدِ اُمّ کلثوم کو دیکھئے تو یقیناً عقل کا فیصلہ، ضمیر کی آواز، انسانیت کی پکار، شرم و حیا کی تائید، تہذیب و تمیز کی تصدیق، اخلاق و تمدن کی توثیق مندرجہ ذیل ہوگی۔

"یہ قصّہ قطعی غلط، بے بُنیاد اور بُہتان عظیم ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ خلافِ عقل و قیاس ہے۔ "کسی خبر کا لغو ہونا از خود اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہوتا ہے۔ اور یہ فسانہ سرتاپا لغو ہے۔ حماقت ہے۔ بے مقصد تضیع وقت ہے۔

سیّدہ اُمّ کلثومؑ کا مشہور نوحہ

۱۔ اے ہمارے ناناؐ کے مدینہ تو ہم کو قبول نہ کر کیونکہ ہم غم و حزن لے کر آئے ہیں۔

۲۔ اے مدینہ! رسول اللہؐ کی خدمت میں ہماری طرف سے عرض کر کہ ہم اپنے پدر بزرگوار کی مصیبت میں گرفتار رہے ہیں۔

۳۔ اے مدینہ! ہمارے مرد کربلا میں بے سر پڑے ہیں اور ہمارے فرزند ذبح ہو چکے ہیں۔

۴۔ ہمارے نانا کو خبر کر ہم گرفتار کر کے قیدی بنا لئے گئے۔

۵۔ اور اے خدا کے رسولؐ! آپ کا خاندان کربلا میں بے گور و کفن پڑا ہے ان کے کپڑے تک چھین لئے گئے۔

۶۔ حسینؑ کو شہید کیا اور آپؐ کی رعایت ہمارے واسطے نہ کی۔

۷۔ اے رسولِ خدا! کاش آپؐ اپنی آنکھوں سے ان قیدیوں کو پالانِ شُتر پر سوار دیکھتے!

۸۔ یا رسول اللہؐ! پردہ و حجاب کے بعد یہ نوبت آگئی کہ لوگ ہمارا تماشہ

دیکھنے کے لئے آ گئے۔

۹۔ یا رسول اللہؐ! آپؐ ہماری حفاظت و نگہداشت فرماتے تھے آپؐ کے بعد دشمنوں نے ہم پر ہجوم کیا ہے۔

۱۰۔ اے فاطمہؑ! کاش آپؑ اپنی بیٹیوں کو دیکھتیں کہ کس طرح قیدی بنا کر شہر شہر پھرائی گئی ہیں۔

۱۱۔ اے فاطمہؑ! کاش ہم سرگشتوں کی جانب آپ دیکھتیں اور کاش زین العابدینؑ کی حالت کو ملاحظہ فرمائیں۔

۱۲۔ اے فاطمہؑ! کاش آپ دیکھتیں کہ راتوں کی بیداری نے ہم کو اندھا کر دیا ہے۔

۱۳۔ اے فاطمہؑ! جو مصائب ہم نے دشمنوں کے ہاتھوں برداشت کئے ہیں ان مظالم سے کہیں سوا ہیں جو آپ نے اپنے دشمنوں سے اٹھائے تھے

۱۴۔ اے فاطمہؑ! اگر آپ ہوتیں تو ہماری حالت دیکھ کر قیامت تک روتیں اور نوحہ کرتیں۔

۱۵۔ (اب ذرا) بقیع میں جا کر حبیبؐ خدا کے فرزند کو پکارو۔

۱۶۔ اور کہو کہ اے چچا حسنؑ مجتبیٰ آپ کے بھائیؑ کے عیال و اطفال مار ڈالے گئے۔

۱۷۔ اے چچا آپ کا ماں جایا بہت دور کربلا کی ریت پر پڑا ہے۔

۱۸۔ بغیر سر کے آرام کر رہا ہے جس میں پرندے و درندے نوحہ و بکا کر رہے ہیں۔

۲۰/۱۹۔ اے مولا کاش آپ وہ منظر دیکھتے جبکہ بے یار و مددگار اہل حرم کو لے کجاوہ اونٹوں پر تشہیر کیا جا رہا تھا اس وقت آپ کے اہل و عیال سر ننگے نظر آتے تھے۔

۲۱۔ اے ہمارے نانا کے مدینہ! اب ہم تجھ میں رہنے کے قابل نہیں رہے کیونکہ بڑے رنج و غم کو لے کر آئے ہیں۔

۲۲۔ جب ہم تجھ سے نکلے تھے تو تمام اہل و عیال کے ساتھ نکلے تھے اور اب جو پلٹے ہیں تو نہ مردوں کا سایہ ہمارے سروں پر ہے نہ بچے ہماری گودیوں میں ہیں۔

۲۳۔ مدینہ سے نکلتے وقت ہم سب اکٹھا ہو کر نکلے تھے لیکن جب لوٹے تو سر برہنہ ہو چکے تھے۔ ہماری چادریں چھینی جا چکی تھیں۔

۲۴۔ مدینہ سے نکلتے وقت ہم اللہ کی امان میں تھے۔ جب واپس آئے ہیں تو خائف و ترساں ہیں۔

۲۵۔ جب ہم یہاں سے نکلے تھے تو ہمارا والی و وارث حسینؑ ہمارے سر پر موجود تھا اور اب ان کو کربلا میں دفن کر کے آرہے ہیں۔

۲۶۔ ہم وہ اجڑے ہوئے ہیں جن کا کوئی کفیل نہیں ہے۔ ہم اپنے بھائیؑ کے نوحہ گر ہیں۔

۲۷۔ ہم وہ ہیں جن کو شتران برہنہ پر در بدر پھرایا گیا۔

۲۸۔ ہم یٰسین و طٰہٰ کی دختران ہیں۔ ہم اپنے باپ کی نوحہ گر ہیں۔

۲۹۔ ہم وہ پاکیزہ مخدرات ہیں جن کی طہارت چھپی ہوئی نہیں ہے۔ ہم برگزیدہ ہیں۔

۳۰۔ ہم بلاؤں پر صبر کرنے والے ہیں۔ ہم صدق و صفا والے ہیں۔

۳۱۔ اے نانا! آپ کی امت نے حسینؑ کو مار ڈالا۔ اور آپ کا کوئی خیال نہ کیا۔

۳۲۔ اے نانا! دشمن اپنی مراد کو پہنچ گئے اور ہمارے بارے میں انھوں نے اپنی شقاوت کی انتہا کر دی۔

۴۳۔ انھوں نے عورتوں کی بے حرمتی کی اور ظلم و قہر سے ان کو اونٹوں پہ پھرایا۔

۴۴۔ انھوں نے زینبؑ کو خیمہ سے باہر نکالا فاطمہ گریاں ہیں۔

۴۵۔ سکینہؑ سوزش غم سے فریاد کناں پروردگار عالم کو مدد کے لئے پکار رہی ہے۔

۴۶۔ خیانت کاروں نے زین العابدینؑ کو ذلت کے ساتھ ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنائی ہیں اُن کے قتل کا ارادہ کیا۔

۴۷۔ ان مرنے والوں کے بعد زندگانی دنیا پر خاک ہے کیونکہ اسی دنیا کے سبب ہم کو موت کا جام پلایا گیا ہے۔

۴۸۔ اے سُننے والو۔! یہ ہے میری داستان غم اور شرح حال ہم پر گریہ و بکا کرو۔

(بحار الانوار حصہ دوم ب ۲ ص ۳۸)

سیدہ اُم کلثوم سلام اللہ علیہا کا یہ نوحہ شیعہ و سنی محدثین و مورخین نے اپنی کتب میں درج کیا ہے جب قافلہ سادات اسیری سے رہائی پاکر مدینہ کی طرف پلٹا تو شہزادی نے مدینہ کو دیکھتے ہی گریہ و بکا شروع کر دیا اور خوب روئیں شہر مدینہ کی جانب توجہ کر کے مندرجہ بالا پُر درد نوحہ پڑھا۔ بی بی پاک اسیرۂ کربلا۔ سیدہ اُمّ کلثوم صلوٰۃ اللہ علیہا کا یہ نوحہ ثابت کرتا ہے کہ آپ واقعہ کربلا کے بعد اس کرۂ ارضی پر حیات تھیں اور آپؑ کا اپنے نانا، والدہ معظمہؑ اور برادر محترم کو پکارنا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ آپ بطن سیدہ طاہرہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے تھیں نہ کہ حضرت علی علیہ السّلام کی کسی دوسری زوجہ سے۔

پس ثابت ہوا کہ وہ اُمّ کلثوم جو حضرت عمر کے عُقد میں آئیں۔ حضرت

علیؑ و فاطمہؑ کی دختر نہ تھیں ۔ کیونکہ زوجہ عمر کا انتقال عہد معاویہ میں ہو گیا جبکہ بنت علیؑ کی وفات سنہ ۶۲ھ یا سنہ ۶۵ھ یا سنہ ۶۷ھ میں باختلاف روایات بیان ہوئی ہے ۔

لہٰذا عقل و نقل کی بنیاد پر شیعہ و سنی کی نہایت معتبر و مستند کتب سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدۃ النسا العالمین حضرت فاطمہؑ کی صاحبزادی حضرت امّ کلثوم حضرت عمر کی رشتہ میں پرنواسی تھیں لہٰذا افسانۂ نکاح امّ کلثوم ہر لحاظ سے باطل ہے اور اس عقد کو فرض کرنے سے حضرت عمر کی سخت توہین اور حضرت علیؑ کی بہت بے عزتی ہوتی ہے ۔

ہم قرآن مجید کی اس آیت کو اپنی اس کتاب کا تتمہ بالخیر قرار دے کر التماس دعا کرتے ہیں ۔

"قد بینا لکم الآیات ان کنتم تعقلون"

ہم نے تمہارے سامنے بدلائل ثابت کر دیا اگر تم عقلمند ہو ۔

ولله الحمد ظاهراً و باطنا

والسلام

عبد الکریم مشتاق